عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY

KHATM-E-NUBUWWAT

KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۲۰ | ۲۰ تا ۲۶ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۴ تا ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء | شمارہ نمبر ۳۳

خاتم الانبیاء کا اسوۂ حسنہ

مرزا قادیانی کے عقائدِ باطلہ

افغانستان کا المیہ

ایمان کی تعریف

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

مرزائیوں کے ساتھ تعلقات رکھنے والا مسلمان:

س:...... ایک شخص مرزائیوں (جو بالاجماع کافر ہیں) کے پاس آتا جاتا ہے اور ان سے لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتا ہے اور بعض مرزائیوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے یعنی مرزائی ہے، مگر جب خود اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں اور ختم نبوت اور حیات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرحمۃ و فرضیت جہاد وغیرہ تمام عقائد اسلام کا قائل ہوں اور مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو کافر کذاب، دجال، خارج از اسلام سمجھتا ہوں تو کیا وجوہ بالا کی بنا پر اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا۔ اگر از روئے شریعت وہ کافر نہیں ہے تو اس پر فتویٰ کفر لگانے کے بارے میں کیا حکم ہے جبکہ ان کے عقائد مذکورہ معلوم ہونے پر بھی تکفیر کرتا ہو اور کفار والا ان کے ساتھ سلوک کرتا ہوں اور اس کی نشر و اشاعت کرتا ہوں؟

ج:...... ایسے شخص سے اس کے مسلمان رشتہ دار بائیکاٹ کریں سلام و کلام ختم کریں اس کو علیحدہ کردیں اور بیوی اس سے علیحدہ ہوجائے تاکہ یہ شخص بی حرکات سے باز آئے۔ اگر باز آگیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے۔

قادیانیوں کی دعوت اور اسلامی غیرت:

س:...... ایک ادارہ جس میں تقریباً ۲۵ افراد ملازم ہیں اور ان میں ایک قادیانی بھی شامل ہے اور اس قادیانی نے اپنے احمدی (قادیانی) ہونے کا برملا اظہار بھی کیا ہوا ہے اب وہی قادیانی ملازم اپنے ہاں بچے کی پیدائش کی خوشی میں تمام اسٹاف کو دعوت دینا چاہتا ہے اور اسٹاف کے کئی ممبران اس کی دعوت میں شریک ہونے کو تیار ہیں۔ جبکہ چند ایک ملازمین اس کی دعوت قبول کرنے پر تیار نہیں کیونکہ ان کے خیال میں چونکہ جملہ قسم کے مرزائی مرتد، دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہیں اور اسلام کے غدار ہیں تو ایسے مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے۔ آپ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی وضاحت کردیں کہ کسی بھی قادیانی کی دعوت قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے تاکہ آئندہ کے لئے اسی کے مطابق لائحہ عمل تیار ہوسکے؟

ج:...... مرزائی کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور حرامزادے کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ: "میرے دشمن جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں ان سے بدتر کتیاں ہیں۔" جو شخص آپ کو کتا، خنزیر، حرامزادہ اور کافر یہودی کہتا ہو اس کی تقریب میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟ یہ فتویٰ آپ مجھ سے نہیں بلکہ خود اپنی اسلامی غیرت سے پوچھئے۔

قادیانیوں سے رشتہ کرنا یا ان کی دعوت کھانا جائز نہیں:

س:...... قادیانیوں کی دعوت کھالینے سے نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسے انسان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ج:...... اگر کوئی قادیانی کو کافر سمجھ کر اس کی دعوت کھاتا ہے تو گناہ بھی ہے اور بے غیرتی بھی، مگر کفر نہیں، جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی رکھے اس کو سوچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا۔

قادیانی نواز وکلاء کا حشر:

س:...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان دین متین اس مسئلے میں کہ گزشتہ دنوں مردان میں قادیانیوں نے ربوہ کی ہدایت پر کلمہ طیبہ کے بیج بنوائے، پوسٹر بنوائے اور بیج اپنے بچوں کے سینوں پر لگائے اور پوسٹر دکانوں پر لگا کر کلمہ طیبہ کی توہین کی اس حرکت پر وہاں کے علمائے کرام اور غیرتمند مسلمانوں نے عدالت میں ان پر مقدمہ دائر کردیا اور فاضل جج نے ضمانت کو مسترد کرتے ہوئے ان کو جیل بھیج دیا اب عرض یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان وکلاء صاحبان ان قادیانیوں کی پیروی کر رہے ہیں اور چند پیسوں کی خاطر ان کے ناجائز عقائد کو جائز کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں ان وکلاء صاحبان میں ایک سید ہے۔ برائے کرم قرآن اور احادیث نبوی کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمادیں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ان وکلاء صاحبان کا کیا حکم ہے؟

ج:...... قیامت کے دن ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیمپ ہوگا اور دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کا۔ یہ وکلاء جنہوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی ہے۔ قیامت کے دن مرزا غلام احمد قادیانی کے کیمپ میں ہوں گے اور قادیانی ان کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے کر جائیں گے۔ واضح رہے کہ کسی عام مقدمے میں کسی قادیانی کی وکالت کرنا اور بات ہے لیکن شعائر اسلامی کے مسئلہ پر قادیانیوں کی وکالت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مقدمہ لڑنے کے ہیں۔ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور دوسری طرف قادیانی جماعت ہے۔ جو شخص دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قادیانیوں کی حمایت و وکالت کرتا ہے وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل نہیں ہوگا، خواہ وہ وکیل ہو یا کوئی سیاسی لیڈر یا حاکم وقت۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

جلد: ۲۰ ۲۰ تا ۲۶/شوال ۱۴۲۲ھ بمطابق ۴ تا ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء شمارہ: ۳۳

☆ بیاد ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر' مولانا عبدالرحیم اشعر' مفتی نظام الدین شامزئی' مولانا نذیر احمد تونسوی' مولانا سعید احمد جلال پوری' علامہ احمد میاں حمادی' مولانا منظور احمد الحسینی' صاحبزادہ طارق محمود' مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی' مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا' ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ' منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم' محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

دینی مدارس اور اہل علم کے خلاف عالمی مہم .... (اداریہ) 4
ایمان کی تعریف .... (حضرت مولانا اللہ وسایا) 6
خاتم الانبیاءؐ کا اسوۂ حسنہ .... (مولانا محمد سرفراز خان صفدر) 9
افغانستان کا المیہ! .... (مفتی محمد تقی عثمانی) 13
برطانوی یہودی گٹھ جوڑ .... (بشیر احمد) 15
وہ روز روز عید تھا .... (ریاض حسین چودھری) 18
مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ .... (مولانا قاری محمد عثمان) 21
تعارف قرآن بزبان قرآن .... (ڈاکٹر ابوالخیر کشفی) 23
عقیدۂ ختم نبوت کی تشریح .... (مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری) 25

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا: ۴۰ ڈالر
یورپ افریقہ: ۳۰ ڈالر
سعودی عرب' متحدہ عرب امارات' بھارت' مشرق وسطیٰ ایشیائی ممالک: ۲۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے
سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت الائیڈ بینک ایم اے جناح روڈ اکاؤنٹ 300487 کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph:583486-514122 Fax:542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph:7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی مدارس اور اہل علم کے خلاف حکومتی مہم

طالبان حکومت کی حمایت اور امریکہ کی وحشیانہ بمباری کے خلاف پاکستان کے مسلمانوں اور اہل علم نے جس طرح جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور پورے عالم اسلام کے مسلمانوں نے دل کھول کر طالبان کی حمایت کی' اس کی وجہ سے امریکہ کی جانب سے ان دینی مدارس اور اہل علم کے خلاف ایک محاذ کھول دیا گیا ہے' اور اس سلسلے میں ہمارے وزیر داخلہ صاحب سب سے زیادہ پیش پیش ہیں۔ جنرل مشرف صاحب کے بیانات اس سلسلے میں تضاد کا مظہر رہے۔ پہلے تو وہ کہتے رہے کہ دینی مدارس تعلیم کے ایسے رفاہی ادارے ہیں جن کی خدمات کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی مگر گزشتہ چند دنوں کے بیانات اس کے بالکل خلاف ہیں۔ اب ان کی نگاہوں میں یہ مدارس دہشت گردی کے اڈے اور انتہا پسندی کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔ ہمارے محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب جو کہ خود ماشاء اللہ خانوادہ علم سے تعلق رکھنے کے ساتھ خود بھی جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں' ان کی وزارت کی جانب سے بار بار عندیہ دیا گیا کہ حکومت مدارس کو ماڈرن بنانے کے لئے آرڈیننس جاری کرے گی اور ہر مدرسہ کو اس کے تحت رجسٹریشن کرانا ہوگا۔ یہ ایسی خطرناک صورت حال تھی کہ ہر شخص اندیشہ میں تھا کہ ایک طرف تو عملی طور پر امریکہ نے پاکستان پر قبضہ کیا ہوا ہے اور امریکہ ہمیشہ سے ان دینی مدارس اور علماء کرام کو اپنے لئے اور کفر کے لئے سب سے بڑا خطرہ گردانتا ہے اور ہمیشہ اس کا مطالبہ رہا ہے کہ ان مدارس پر قدغن لگائی جائے۔ دوسری طرف پوری دنیا طالبان مخالفت کی آڑ میں مدارس اور علماء کرام کے خلاف مصروف عمل ہے' ایسی صورت میں حکومت دباؤ کی وجہ سے کچھ بھی کر سکنے کی پوزیشن میں ہے جس کی مزاحمت کئے بغیر چارہ نہیں' ایسی صورت میں ملک میں جس انارکی پھیلنے کا اندیشہ ہے اس کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہے' اگرچہ جنرل مشرف اور وزیر مذہبی امور نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور دیگر وفاقوں کے ذمہ داروں کے سامنے واضح کیا کہ مدارس پر کسی قسم کی قدغن لگانے کا ارادہ نہیں اور آرڈیننس کے ذریعہ جو اوہام پیدا ہو رہے تھے وہ رفع کئے جا رہے ہیں۔ نئے سرے سے کوئی رجسٹریشن کا ارادہ نہیں مگر ان تمام چیزوں کے باوجود آخر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حکمرانوں کو وقتاً فوقتاً ایسے دورے کیوں پڑتے رہتے ہیں اور ان کا ذہن مدارس سے متعلق صاف کیوں نہیں ہوتا اور وہ امریکہ اور اسلام دشمن کے سامنے ان مدارس کی خدمات کے حوالہ سے بات چیت کے بجائے کیوں معذرت خواہانہ لہجہ اختیار کرتے ہیں اور جنرل مشرف کا وہ واضح اور دوٹوک مؤقف کیوں بدل گیا کہ دنیا کو جہاد اور دہشت گردی میں فرق کرنا ہوگا۔ کیا ایک موہوم قضیہ کی وجہ سے جو بلاوجہ اسامہ بن لادن اور مسلمانوں کی طرف منسوب کرایا گیا' اسلام کی تمام تعلیمات سے روگردانی کا کوئی جواز ہے؟ یہ مدارس صرف پاکستان میں تو نہیں ہیں' ہندوستان میں بھی ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے علاوہ پچھلے پچاس برسوں میں ہندوستان میں سینکڑوں نہیں ہزاروں مدارس قائم ہوئے ہیں' بنگلہ دیش میں مدارس قائم ہوئے' خود امریکہ' برطانیہ' جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک کے متعدد شہروں میں مدارس قائم ہیں' ان مدارس سے متعلق

کہیں غلط فہمی پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی کہیں ان مدارس نے دہشت گردی کی۔ بلکہ ہندوستان کے وزیر اعظم نے خود اپنے ملک کی ایجنسیوں کی رپورٹوں کو مسترد کرتے ہوئے ان مدارس کے کردار کی تعریف کی اور کہا کہ یہ بہت اچھا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یورپ کے مسلمان ان مدارس کے رویہ سے خوش ہیں' وزیر داخلہ جب دارالعلوم کراچی دورے کے لئے گئے تو کہا کہ یہ تو بہت اچھا کام ہو رہا ہے۔ آئی ایس آئی کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کا ایک مدرسہ بھی کسی قسم کی جہادی تربیت یا دہشت گردی میں کیا ملوث ہوگا وہاں تو چاقو تک رکھنے کی اجازت نہیں۔ دنیا کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں نے طالبان کی حمایت کی' کیا جہاد کی حمایت کی وجہ سے یہ ایک ارب سے زائد مسلمان دہشت گرد قرار پائیں گے؟ کیا بش یا ٹونی بلیئر کے منصوبوں کی وجہ سے ہر امریکی اور برطانوی کو واجب القتل قرار دیا جاسکتا ہے؟ جب جواب نفی میں ہے تو جہاد کی وجہ سے مدارس اور اہل علم کے خلاف مذموم پروپیگنڈوں کا کیا جواز ہے اور حکومت کیوں دینی رہنماؤں کے خلاف مہم میں مصروف ہے' جبکہ وفاق المدارس ایک دفعہ نہیں سینکڑوں دفعہ پیشکش کر چکے ہیں کہ مدارس کا سروے کر لیں' پھر یہ مدارس کوئی آسمان پر تو نہیں' زمین پر ہیں۔ ان کی سرگرمیاں کھلی ہوئی ہیں' صرف الزامات عائد کر کے ان کو بدنام کرنا کون سی ملک کی خدمت ہے؟ ان سے تصادم کون سے ملکی مفاد میں ہے؟ ہم حکومت سے یہی کہیں گے کہ غلط رپورٹوں کے بجائے حقائق کو سامنے رکھے اور اہل علم اور دینی مدارس کے خلاف مذموم پروپیگنڈوں کو بند کرے' ہندوستان کی جارحیت کا جواب دینی رہنماؤں کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں' امریکہ نے بنگلہ دیش کے وقت میں نہیں بچایا تو اب کیسے بچائے گا۔ امریکہ اور یورپ کے لئے اپنے ملک کو داؤ پر لگانا درست نہیں۔ اس ملک اور مسلمانوں کو بچانے کے لئے یہ علماء کرام اور دینی مدارس سب سے اہم ذرائع ہیں۔ خدارا پاکستان کو فلسطین یا چیچنیا نہ بنائیں اور اس کے استحکام کے لئے دینی قوتوں کو اعتماد میں لیں۔ یہ یقین رکھیں کہ دینی مدارس اور علماء کرام اس ملک کے سب سے زیادہ مخلص ہیں' اسلام کی بقاء کے ساتھ ہی یہ ملک باقی رہے گا۔

مولانا شمس الدین شہید کے والد اور حکیم یونس کے برادرم کی رحلت

حضرت مولانا شمس الدین شہید جمعیت طلباء اسلام اور جمعیت علماء اسلام کے ان رہنماؤں میں سے تھے جن پر ہماری تاریخ ناز کرتی ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت اور اسلام کی سربلندی کے لئے انہوں نے جان نچھاور کر دی اور آمروقت کے سامنے سر جھکانے کے بجائے شہادت کا راستہ اختیار کیا۔ ان کے والد محترم مولانا محمد زاہد صاحب بھی اس قافلے کے سرخیل مجاہدین میں سے تھے ۳۰/ رمضان المبارک کو رحلت فرما گئے۔ جمعیت علماء اسلام کے اکابرین اور علماء کرام دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رکن مجلس شوریٰ حکیم یونس کے برادر گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام اکابرین ان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین اور مبلغین سے درخواست ہے کہ ان دونوں اکابر کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

☆☆..................☆☆..................☆☆

مولانا اللہ وسایا

ایمان کی تعریف

سوال۲:...... ایمان کی تعریف کریں؟ ضروریات دین کس کو کہتے ہیں؟ کفر کا کیا معنی ہے؟ ''کفر دون کفر'' کسے کہتے ہیں؟ نیز کافر، ملحد، مرتد، زندیق اور منافق ہر ایک کی تعریف کریں اور بتائیں کہ قادیانی کس زمرہ میں داخل ہیں؟ لزوم کفر اور التزام کفر کو واضح کرتے ہوئے مرزائیوں کے اس شبہ کا جواب دیں کہ قادیانیوں کی تکفیر کرنے والوں نے آپس میں بھی ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے؟

جواب:...... ایمان کی تعریف:

لفظ ایمان امن اور امانت سے مشتق ہے، لغت میں ایمان ایسی خبر کی تصدیق کو کہتے ہیں کہ جس خبر کا ہم نے مشاہدہ نہ کیا ہو اور محض مخبر کی امانت اور صداقت کے بھروسہ اور اعتماد پر اس کو تسلیم کر لیا ہو، اور اصطلاح شریعت میں انبیا کرام علیہم السلام کے اعتماد اور بھروسہ احکام خداوندی اور غیب کی خبروں کی تصدیق کو ایمان کہتے ہیں مثلاً فرشتوں کو بغیر دیکھے محض نبی اور رسول کے اعتماد پر ماننے کا نام ایمان ہے اور مرتے وقت فرشتوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ماننا یہ ایمان نہیں، یہ ماننا اپنے مشاہدہ پر مبنی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد اور بھروسہ پر نہیں۔

ضروریات دین کی تعریف:

ضروریات دین اصطلاح شریعت میں ان امور کو کہا جاتا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوں اور عام طور پر مسلمان ان امور کو جانتے ہوں۔ ایمان اور اسلام کے لئے ان امور کا تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔

تاویل: ہاں معتبر ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور قواعد عربیت اور قواعد شریعت میں اس کی گنجائش ہو یعنی وہ تاویل کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو اور جو حکم شرعی ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہو اس میں تاویل معتبر نہیں بلکہ ایسے امور میں تاویل کرنا انکار کے ہم معنی ہے۔

کفر کی تعریف:

کفر شریعت میں ایمان کی ضد ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نبی کے بھروسہ اور اعتماد پر بے چوں وچرا تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بات کو نہ ماننا کہ جو ہم کو قطعی اور یقینی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہے، ایسی چیز کو نہ ماننے کا نام کفر ہے۔ قطعی اور یقینی کی قید اس لئے لگائی کہ دین کے احکام ہم تک دو طریق سے پہنچے ہیں، ایک بطریق تواتر اور ایک بطریق خبر واحد، تواتر اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک علی الاتصال اور مسلسل پہنچی ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک نسلاً بعد نسل ہر زمانہ کے مسلمان اس کو نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ ایسی شے قطعی اور یقینی ہے جس میں احتمال خطا اور نسیان کا نہیں، ایسے قطعی اور یقینی اور متواتر امور کا انکار کفر ہے، اور جو امور خبر واحد سے ثابت ہوں ان کا انکار کفر نہیں۔

کفر دون کفر:

ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جانے پر ایمان کی بنا پر واجب ہونے والے تقاضوں میں سے کسی کے پورا نہ کرنے کو کفر دون کفر کہتے ہیں۔ ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت کہا گیا ہے نور کی مثال خالص دن اور کفر کی خالص رات کی سی ہے۔ اب دن اور رات کے بعد درمیانی حصہ مثلاً صبح صادق وغیرہ نہ تو خالص دن ہے اور نہ خالص رات یہی مثال کفر دون کفر کی ہے۔

لزوم کفر:

غیر ارادی طور پر کہیں ایسی بات کہہ ڈالی جو کفریہ بات تھی، جیسے داڑھی کا مذاق اڑایا، مگر اسے ایسی بات خیال کا بھی نہیں تھا کہ یہ کفر ہے لیکن اس کے اس فعل سے کفر لازم آگیا، اسے لزوم کفر کہتے ہیں۔

التزام کفر:

ایک آدمی نے جان بوجھ کر کفریہ کلمہ کہا جیسے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہے، وحی نبوت جاری ہے، جان بوجھ کر کہا، عقیدتاً وارادتاً تو کفر کا التزام کیا، لزوم کفر کم درجہ کا کفر ہے، التزام کفر شدید بلکہ اشد درجہ کا کفر ہے، تمام قادیانی ان کفریہ عقائد ونظریات کا عقیدتاً وارادتاً ارتکاب کر کے التزام کفر کرتے ہیں۔ فاولٰئک ھم الکافرون حقا

کافر:

لغت میں کفر انکار کو کہتے ہیں، اصطلاح شریعت میں کسی ایک شرعی قطعی حکم کے انکار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔

ملحد وزندیق:

جو امور بدیہی اور قطعی طور پر دین سے ثابت ہوں ان میں تاویل کرنا اور ان کے ایسے معنی بیان کرنا جو اجماعی عقیدہ کے خلاف ہوں قرآن کریم میں اس کا نام الحاد اور حدیث میں اس کا نام زندیق ہے، اور اصطلاح شریعت میں ملحد اور زندیق اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو الفاظ تو اسلام کے کہے، مگر معنی ان کے ایسے بیان کرے جس سے ان کی حقیقت ہی بدل جائے جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں یہ تاویل کرے کہ قرآن میں صلوٰۃ سے فقط دعا اور ذکر کے معنی مراد ہیں، اور اس خاص ہیئت سے نماز پڑھنا ضروری نہیں، اور زکوٰۃ سے تزکیہ نفس مراد ہے، ایک معین نصاب سے مال کی خاص مقدار کا دینا مراد نہیں۔

غرض زندیق وہ ہے جو اپنے کفر پر اسلام کا ملمع کرے اور اپنے کفر کو عین اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ زندیق کے بارے میں امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ: اس کی توبہ قبول نہیں، کیونکہ اس نے زندقہ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے، یعنی کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کتے کا گوشت بکری کے نام سے فروخت کیا ہے، شراب پر زمزم کا لیبل چپکایا ہے، یہ جرم ناقابل معافی ہے، اس پر قتل کی سزا ضرور جاری ہوگی، تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ قادیانی زندیق ہیں۔

مرتد:

ارتداد کے معنی لغت میں لوٹ جانے اور پھر جانے کے ہیں، اور اصطلاح شریعت میں ایمان اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کے ہیں۔ امام راغب اصفہانیؒ ''مفردات'' میں لکھتے ہیں: ''ھوالرجوع من الاسلام الی الکفر'' (اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ارتداد ہے)

مرتد کا حکم:

چاروں فقہوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوکر مرتد ہو جائے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اسلام سے پھر جائے۔ اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے۔ اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے، اسے سمجھایا جائے، اگر بات اس کی سمجھ میں آجائے اور وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہو جائے، تو بہت اچھا ورنہ اللہ تعالیٰ کی زمین کو اس کے وجود سے پاک کر دیا جائے، یہ مسئلہ قتل مرتد کا مسئلہ کہلاتا ہے اور اس میں ہمارے ائمہ دین میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

منافق:

منافق وہ ہے جو اپنے دل کے اندر کفر چھپائے ہوئے ہو اور زبان سے جھوٹ موٹ اسلام کا اقرار کرتا ہو۔

قادیانیوں کا حکم:

قادیانی زندیق ہیں، وہ اپنے کفر خالص یعنی قادیانیت کو عین اسلام کہتے ہیں، اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو عین اسلام ہے، اسے عین کفر کہتے ہیں قادیانیوں کی سو نسلیں بھی بدل جائیں تو ان کا حکم زندیق اور مرتد کا رہے گا، سادہ کافر کا حکم نہیں ہوگا، کیوں؟ اس لئے کہ ان کا جو جرم ہے یعنی کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہنا، یہ جرم ان کی آئندہ نسلوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ الغرض قادیانی جتنے بھی ہیں، خواہ وہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہوئے ہوں، قادیانی زندیق بنے ہوں، یا وہ ان کے بقول پیدائشی قادیانی ہوں، قادیانیوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں اور یہ کفر ان کو ورثے میں ملا ہو۔ ان سب کا ایک ہی حکم ہے، یعنی مرتد اور زندیق کا، کیونکہ ان کا جرم صرف یہ نہیں کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر کافر بنے ہیں بلکہ ان کا جرم یہ ہے کہ دین اسلام کو کفر کہتے ہیں، اور اپنے دین کفر کو اسلام کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ جرم ہر قادیانی میں پایا جاتا ہے، خواہ وہ اسلام کو چھوڑ کر قادیانی بنا ہو یا پیدائشی قادیانی ہو، اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیجئے کہ بہت سے لوگوں کو قادیانیوں کی صحیح حقیقت معلوم نہیں۔

مسلمانوں کی باہم تکفیر بازی:

قادیانی اپنے کفر بواح سے توجہ ہٹانے کے لئے مغالطہ دیتے ہیں کہ جو علماً ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں لہٰذا ان کے فتوؤں کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔

(۱)......امت کے باہمی تکفیر کے یہ تمام فتویٰ اپنے اپنے مکاتب فکر کی مکمل نمائندگی نہیں کرتے، اس کے بجائے ہر مسلمان مکتب فکر میں محقق اور اعتدال پسند علماً نے ہمیشہ اس بے احتیاطی اور عجلت پسندی سے شدید اختلاف کیا ہے، جو اس قسم کے فتوؤں میں روا رکھی گئی ہے۔ لہٰذا بعض متشددین، بعض بدنیت عجلت بازوں و غیر محتاط افراد کے چند فتاویٰ کو پیش کر کے یہ تاثر دینا بالکل غلط، بے بنیاد اور گمراہ کن ہے کہ یہ سارے مکاتب فکر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس کے بجائے حقیقت یہ ہے کہ ہر مکتب فکر میں ایک ایسا عنصر رہا ہے، جس سے دوسرے کی مخالفت میں اتنا تشدد رکھا ہے کہ وہ تکفیر کی حد تک پہنچ جائے۔ لیکن اسی مکتب فکر میں بڑی تعداد ایسے علماً کرام کی ہے۔ جنہوں نے فروعی اختلافات کو ہمیشہ اپنی حدود میں رکھا اور ان حدود سے نہ صرف یہ کہ تجاوز نہیں کیا بلکہ اس کی مذمت کی ہے اور عملاً یہی محتاط اور اعتدال پسند عنصر غالب رہا ہے۔

(۲)......مسلمان مکاتب فکر کا باہمی اختلاف واقعات کا اختلاف ہے قانون کا اختلاف نہیں، جس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کا کوئی مشترکہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے، ان تمام مکاتب فکر کے مل بیٹھنے میں بعض حضرات کے باہمی نزاعی فتوے کبھی رکاوٹ نہیں بنتے۔ ان مسلمان فرقوں کی باہمی فرقہ بندیوں کا پروپیگنڈہ دنیا بھر میں گلا پھاڑ پھاڑ کر کیا گیا ہے اور جن کے اختلافات کا شور مچا مچا کر قادیانیوں

جیسے باطل طبقات نے اپنے نظریہ، باطل نظریات کی دکانیں چکائی ہیں، یہ مسلمان فرقے وہی تو ہیں:

(الف)...... جو ۱۹۵۱ء میں پاکستان کی دستوری بنیاد طے کرنے کے لئے جمع ہوئے اور کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اسلامی دستور کے اساسی اصول طے کر کے اٹھے، جن کو ''بائیس نکات'' کہا جاتا ہے۔

(ب)...... ۱۹۵۲ء میں پاکستان کے مجوزہ دستور میں متعین اسلامی ترجیحات طے کرنے کا مرحلہ آیا تو انہوں نے اکٹھے ہو کر متفقہ سفارشات پیش کیں، جبکہ یہ کام پہلے سے زیادہ غیر متوقع سمجھا جاتا تھا۔

(ج)...... ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تمام مکاتب نے متفقہ موقف اختیار کیا۔

(د)...... ۱۹۷۲ء میں دستور پاکستان (جو ۱۹۷۳ء میں نافذ ہوا) میں اسلامی شقوں کو درج کرانے کے لئے تمام مکاتب فکر اکٹھے ہوئے۔

(ہ)...... ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفی میں تمام مکاتب یک جان و یک زبان متفق و متحد نظر آتے ہیں، اس طرز عمل پر غور کرنے سے چند باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں:

اول:...... یہ کہ باہم ایک دوسرے کی تکفیر کے فتوے انفرادی حیثیت رکھتے ہیں کسی مکتب فکر کی نمائندہ حیثیت نہیں ورنہ یہ مکاتب فکر بحیثیت مسلمان جمع نہ ہوتے۔

دوم:...... یہ کہ ہر مکتب فکر میں غالب عنصر وہی ہے جو فروعات کو فروعات ہی کے دائرے میں رکھتا ہے۔ اور آپس کے اختلافات کو تکفیر کا ذریعہ نہیں بناتا، ورنہ اس قسم کے تمام مکاتب فکر کے باہمی اجتماعات کو قبول عام حاصل نہ ہوتا۔

سوم:...... یہ کہ اسلام کے وہ بنیادی عقائد جو واقعتاً کفر و ایمان میں حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں یہ سب لوگ متفق ہیں۔

(۳)...... اگر کچھ حضرات نے تکفیر کے سلسلہ میں غلو اور تشدد کی روش اختیار کی تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ اب دنیا میں کوئی شخص کافر ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر یہ سب لوگ مل کر بھی کسی کو کافر کہیں تو وہ کافر نہیں ہوگا؟

کیا دنیا میں عطائی قسم کے لوگ علاج کر کے انسانوں پر مشق ستم نہیں کرتے؟ بلکہ کیا ماہر سے ماہر ڈاکٹر سے بھی غلطی نہیں ہوتی؟ لیکن کیا کبھی کوئی انسان جو عقل سے بالکل ہی معذور نہ ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ: ان

باقی صفحہ ۱۲ پر

فون: 5215551-5675454
فیکس: 5671503
HB®
Trustable Mark
Hameed Bros Jewellers
3, Mohan Tarrace Shahrah-e-Iraq, Saddar, Karachi-3
حمید برادرز جیولرز
3 موہن ٹیرس، نزد جلال دین، شاہراہ عراق، صدر کراچی

مولانا محمد سرفراز خان صفدر

خاتم الانبیاءؐ کا اسوۂ حسنہ

وہ ابر کرم اٹھا تو فاران کی چوٹیوں سے مگر سب روئے زمین پر پھول برساتا اور مژدہ جانفزا سناتا ہوا چھا گیا اور پوری دھرتی کے چپہ چپہ پر خوب کھلکھلا کر برسا، دشت وصحرا نے اس سے آسودگی حاصل کی۔ بحروبر اس سے سیراب ہوئے۔ چمنستان نے اس سے رونق پائی اور ویرانوں کو اس کی فیض پاشی نے لعل وگوہر سے معمور کر دیا۔ اہل عرب اس سے مستفید ہوئے۔ باشندگان عجم نے اس سے اکتساب فیض کیا۔ یورپ نے اس کی خوشہ چینی کی اور ایشیا اس کا گرویدہ بنا۔ دنیا کے تمام گمراہوں کو وادیٔ ضلالت سے نکالنے کی اس نے راہنمائی کی اور آوارگان دشت غوایت کی رہبری کی اور نسل انسانی کے سب مایوس مریضوں اور ہر قسم کے ناامید بیماروں زوداثر تریاق اور نسخہ شفاء بخشا۔

اتر کر حرا ، سے سوئے قوم آیا۔
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

دنیا میں جتنے بھی رسول اور نبی تشریف لائے ہیں ہم ان سب کو سچا مانتے اور ان پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور ایسا کرنا ہمارے فریضہ اور عقیدہ میں داخل ہے مگر اس ایمانی اشتراک کے باوجود بھی ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسی نمایاں خصوصیات اور کچھ جداگانہ کمالات وفضائل ہیں جن کو تسلیم کئے بغیر ہرگز کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء ورسل علیہم السلام تشریف لائے ہیں تو ان سب کو دعوت کسی خاص خاندان اور کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص رہی۔ حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے تو اپنی دعوت کو صرف اپنی ہی قوم تک محدود رکھا۔ حضرت ہود علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے تو فقط قوم عاد کو خطاب کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تو محض قوم ثمود کی فکر لے کر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے پیغمبر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو نجات دلانے کے لئے بھیجے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بس بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش اور سراغ کے لئے نکلے تھے۔ جب غیروں نے ان کے روحانی کمالات سے استفادہ کرنے کی اپیل کی تو اس نے جواب میں کہا: ”لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔“

(انجیل متی۔ باب ۱۵۔ آیت ۲۶)

یہی وجہ تھی کہ ان پیغمبروں میں سے کسی ایک نے بھی اپنی قوم سے باہر نظر نہیں ڈالی لیکن جب رحمت خداوندی کی وہ عالمگیر گھٹا جو فاران کی چوٹیوں سے اٹھی تھی جس سے انسانیت وشرافت، دیانت، عدل وانصاف اور تقویٰ وورع کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں پھر سے سرسبز وشاداب ہو کر لہلہا اٹھیں۔ وہ قوم وجماعت، ملک وزمین، مشرق ومغرب شمال وجنوب اور بر وبحر کی تمام قیدوں اور پابندیوں سے بالکل آزاد تھی۔ وہ بلا امتیاز وطن وملت، بلا تفریق نسل وخاندان، بدوں تمیز رنگ وخون بغیر لحاظ سیاہ وسپید اور بے اعتبار حسب ونسب تاقیامت پوری نسل انسانی کے لئے رحمت مصداق بن کر نمودار ہوئی اور رب ذوالاحسان نے خود آپ ہی کی زبان فیض رساں سے یہ اعلان کروایا کہ:

”آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ (الاعراف)

وہ ابر کرم اٹھا تو فاران کی چوٹیوں سے مگر سب روئے زمین پر پھول برساتا اور مژدہ جانفزا سناتا ہوا چھا گیا اور پوری دھرتی کے چپہ چپہ پر خوب کھلکھلا کر برسا، دشت وصحرا نے اس سے آسودگی حاصل کی۔ بحروبر اس سے سیراب ہوئے۔ چمنستان نے اس سے رونق پائی اور ویرانوں کو اس کی فیض پاشی نے لعل وگوہر سے معمور کر دیا۔ اہل عرب اس سے مستفید ہوئے۔ باشندگان عجم نے اس سے اکتساب فیض کیا۔ یورپ نے اس کی خوشہ چینی کی اور ایشیا اس کا گرویدہ بنا۔ دنیا کے تمام گمراہوں کو وادیٔ ضلالت سے نکالنے کی اس نے راہنمائی کی اور آوارگان دشت غوایت کی رہبری کی اور نسل انسانی کے سب مایوس مریضوں اور ہر قسم کے ناامید بیماروں زوداثر تریاق

اورنسخۂ شفاء بخشا

اتر کر حرا ، سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت صرف نسل انسانی ہی کے لئے نہیں بلکہ جنات بھی اس امر کے مکلف اور پابند ہیں کہ آپ کی نبوت ورسالت کا اقرار کرکے آپ کی شریعت پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور نجات اخروی تلاش کریں۔ ثقلین (جن وانس) کا مکلف ہونا نیز جنات کا قرآن کریم کو غوروفکر سے سن کر اس پر ایمان لانا اور پھر جاکر اپنی قوم کو تبلیغ کرنا قرآن مجید میں مصرح اور عالمین کے مفہوم میں جنات بھی شامل ہیں اور قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو تمام جہانوں کے لئے نذیر بنا کر بھیجا گیا۔

اور خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

''مجھے سرخ اور سیاہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ سرخ سے انسان اور سیاہ سے جن مراد ہیں۔'' (مستدرک حاکم)

جو مکارم اخلاق آپ کو خالق کونین کی طرف سے مرحمت ہوئے تھے اور جن کی تکمیل کے لئے آپ کو اس دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ مکلف مخلوق کی فطرت کے جملہ مقتضیات کے عین مطابق تھے اور جن کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ ان کے ذریعے روحانی مریضوں کو ان کے بستروں سے اٹھا دیا جائے اور دوڑنے والوں کو روحانی کمال اور اخلاقی معراج کی غایۃ قصوی تک اور سعادت دنیوی ہی نہیں بلکہ سعادت دارین کی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا جائے اور ان کا خوان نعمت فقط مریضوں کے لئے قوت بخش اور صحت افزا نہ ہو بلکہ وہ تمام مکلف مخلوق کی اصل فطری اور روحانی لذیذ غذا بھی ہو اور آپ کے مکارم اخلاق اور اسوۂ حسنہ نے وہ تمام ممکن اسباب مہیا کر دیے ہیں کہ خلق عظیم کی بلند اور دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنا آسان اور سہل ہو گیا ہے۔ آپ کی بعثت کے اغراض ومقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ بھی تھا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

''مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تا کہ میں نیک خصلتوں اور مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔'' (السراج المنیر)

اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام خاص خاص جماعتوں اور مخصوص قوموں کے لئے مصلح اور پیغمبر تھے اسی طرح ان کی روحانیت اور اخلاق آئینے بھی خصوصی صفات اور اصناف کے مظہر تھے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام مجرم اور نافرمان قوم کی نجات کے لئے باوجود قوم کی ایذارسانی کی سعی بلیغ کی زندہ یادگار تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اخلاص وقربانی کی مجسم مثال تھے کہ انہوں نے اپنے اکلوتے اور عزیز ترین لخت جگر کو خداتعالیٰ کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے اپنی طرف سے ذبح کر ہی ڈالا اور اس کے حکم کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمزوری نہ دکھائی، جس کی ایک ادنیٰ اور معمولی سی برائے نام نقل آج بھی ہر صاحب استطاعت مسلمان اتارتا اور سنت ابراہیمی کی پیروی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ

تیری ذبح ذبح عظیم کی ہو مثل کیوں کر خلوص میں
نہ خلیل کا سا ہے دل تیرا نہ ذبیح کا سا گلا تیرا

حضرت ایوب علیہ السلام صبر ورضا کے پیکر تھے، مصائب وآلام کے بے پناہ سیلاب بہ گئے مگر وہ مضبوط پہاڑ کی طرح اپنی جگہ ثابت رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی جرأت حق کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی کہ فرعون جیسے جابر اور مطلق العنان بادشاہ کے دربار میں ساون کے بادلوں کی طرح گرج اور صاعقۂ آسمانی کی طرح کڑک کر تہلکہ ڈال دیتے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی صبر آزما حیات یادگار دہر تھی کہ اپنے ہی بیٹوں کے ہاتھ سے پیارے یوسف علیہ السلام کے سلسلہ میں اذیت اور دکھ اٹھا کر فصبر جمیل فرما کر خاموش ہو گئے اور اندر اندر آنسوؤں کے طوفان موجیں مارتے ہوئے ساحل امید سے ٹکراتے رہے اور ناامیدی کو قریب نہیں آنے دیا کہ

ہے نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت مآب زندگی پاک دامن نوجوانوں کے لئے باعث صد افتخار ہے کہ انہوں نے ''امرأۃ عزیز'' کی تمام مکاریوں اور حیلہ جوئیوں کی استخواں شکن زنجیروں کی ایک ایک کڑی کڑی کو معاذ اللہ فرماتے ہوئے پاش پاش کردیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی شاہانہ زندگی ان سب سے نرالی تھی کہ قبائے سلطنت اور عبائے خلافت اوڑھ کر مخلوق خدا کے سامنے ظہور پذیر ہوئے اور اس طریقہ سے عدل وانصاف کے مطابق ان کی خدمت کا عمدہ فریضہ انجام دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام توکل وقناعت، زہد وخود فراموشی کی ایک پوری کائنات تھے کہ زندگی بھر سر چھپانے کے لئے ایک جھونپڑی بھی نہیں بنائی اور فرمایا۔ ''اے لوگو! یہ کیوں سوچتے ہو کہ کیا کھاؤ گے؟'' اے لوگو! فضا کی چڑیوں کے لئے کاشتکاری کون کرتا ہے؟ اور ان کے منہ میں خوراک کون ڈالتا ہے؟ اے لوگو! تمہیں اس کی کیا فکر ہے اور تم یہ کیوں سوچتے ہو کہ کیا پہنو گے؟ جنگل کی سوسن کو اتنی دیدہ زیب پوشاک اور خوبصورت لباس کون

پہنا تا ہے؟

یہ تمام بزرگ اور مقدس ہستیاں اپنے اپنے وقت پر تشریف لائیں اور بغیر حضرت مسیح علیہ السلام سب دنیا سے رخصت ہو گئیں لیکن جب قصر نبوت اور ایوان رسالت کی آخری اینٹ کا ظہور ہوا جس کی انتظار میں دہر کہن سال نے ہزاروں برس صرف کر دیئے تھے۔ آسمان کے ستارے اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ ان کے استقبال کے لئے لیل ونہار بے شمار کروٹیں بدلتے رہے۔ ان کی آمد سے محض کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے ہی نہیں بلکہ رسم عرب' شان عجم' شوکت روم' فلسفہ یونان اور اوج چین کے قصرہائے فلک بوس گر کر آن واحد میں پیوند زمین ہو گئے تو پورے کرہ ارض کے لئے ایک عالمگیر سعادت اور ایک ہمہ گیر رحمت لے کر آئے۔ آپ کا وجود مقدس روحانیت کے تمام اصناف کی ایک خوشنما کائنات' اخلاق حسنہ کی ایک دلآویز جاذبیت اور رنگ برنگ گل ہائے اخلاق کا ایک پورا چمنستان تھا۔ امت مرحومہ کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی دلسوزی' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت' حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر' حضرت ہود علیہ السلام کی مناجات' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جرأت' حضرت ہارون علیہ السلام کا تحمل' حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت' حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش' حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت' حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تقرب الٰہی کے لئے گریہ وزاری اور حضرت مسیح علیہ السلام کا توکل۔ یہ تمام منتشر اوصاف آپ کے وجود مسعود میں سمٹ کر جمع اور یکجا ہو چکے تھے۔ سچ ہے کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غرض کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک کی زندگی خاص خاص اوصاف میں نمونہ اور اسوہ تھی مگر سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع زندگی تمام اوصاف میں ایک جامع زندگی ہے۔

آپ کی سیرت مکمل اور آپ کا اسوۂ حسنہ ایک کامل ضابطہ حیات اور دستور ہے۔ اس کے بعد اصولی طور پر کسی اور چیز کی سرے سے کوئی حاجت ہی باقی نہیں رہ جاتی اور نہ کسی اور نظام وقانون کی ضرورت ہی محسوس ہو سکتی ہے۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

اگر آپ بادشاہ اور سربراہ مملکت ہیں تو شاہ عرب اور فرماں روائے عالم کی زندگی آپ کے لئے نمونہ ہے۔ اگر آپ فقیر ومحتاج ہیں تو کملی والے کی زندگی آپ کے لئے اسوہ ہے' جنہوں نے کبھی دقل (ردی قسم کی کھجوریں) بھی پیٹ بھر کر نہ کھائیں اور جن کے چولہے میں بسا اوقات دو دو ماہ تک آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔

اگر آپ سپہ سالار اور فاتح ملک ہیں تو بدر وحنین کے سپہ سالار اور فاتح مکہ کی زندگی آپ کے لئے ایک بہترین سبق ہے جس نے عفو وکرم کے دریا بہا دیئے تھے اور لاتثریب علیکم الیوم کا خوش آئند اعلان فرما کر تمام مجرموں کو آن واحد میں معافی کا پروانہ دے کر بخش دیا تھا۔

اگر آپ قیدی ہیں تو شعب ابی طالب کے زندانی کی حیات آپ کے لئے درس عبرت ہے۔ اگر آپ تارک دنیا ہیں تو غار حراء کے گوشہ نشین کی خلوت آپ کے لئے قابل تقلید عمل ہے۔

اگر آپ چرواہے ہیں تو مقام اجیاد میں آپ کو چند قراریط (ٹکوں) پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے دیکھ کر تسکین قلب حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ معمار ہیں تو مسجد نبوی کے معمار کو دیکھ ان کی اقتداء کر کے خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر آپ مزدور ہیں تو خندق کے موقع پر اس بزرگ ہستی کو پھاوڑا لے کر مزدوروں کی صف میں دیکھ کر اور مسجد نبوی کے لئے بھاری بھرکم وزنی پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے ہوئے دیکھ کر قلبی راحت حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ مجرد ہیں تو اس پچیس سالہ نوجوان کی پاکدامن اور عفت مآب زندگی کی پیروی کر کے سرور قلب حاصل کر سکتے ہیں جس کو کبھی کسی بدترین دشمن نے بھی داغدار نہیں کیا اور نہ کبھی اس کی جرأت کی ہے۔

اگر آپ عیال دار ہیں تو متعدد ازواج مطہرات کے شوہر کو انا خیرکم لاھلی (میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے بہتر ہوں) فرماتے ہوئے سن کر جذبہ اتباع پیدا کر سکتے ہیں۔

اگر آپ یتیم ہیں تو حضرت آمنہ کے لعل کو یتیمانہ زندگی بسر کرتے دیکھ کر آپ کی پیروی اور اقتداء کر سکتے ہیں۔

اگر آپ ماں باپ کے اکیلے بیٹے ہیں اور بہنوں اور بھائیوں کے تعاون وتناصر سے محروم ہیں تو حضرت عبداللہ کے اکلوتے بیٹے کو دیکھ کر اشک شوئی کر سکتے ہیں۔

اگر آپ باپ ہیں تو حضرت زینبؓ' رقیہؓ' ام کلثومؓ۔ قاسمؓ اور ابراہیمؓ (وغیرہ) کے شفیق ومہربان باپ کو ملاحظہ کر کے پدرانہ شفقت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ تاجر ہیں تو حضرت خدیجہؓ کے تجارتی کاروبار میں آپ کو دیانتدارانہ سعی کرتے ہوئے معائنہ کر سکتے ہیں۔

اگر آپ عابد شب خیز ہیں تو اسوۂ حسنہ کے

مالک نے متورم قدموں والی راتوں کو اپنا عبادت گزار بنایا ... عبداشکورا (کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں) فرماتے ہوئے آپ ﷺ کی اطاعت کو ذریعہ تقرب خداوندی اختیار کر سکتے ہیں۔

اگر آپ مسافر ہیں تو خیبر وتبوک وغیرہ کے مسافر کے حالات پڑھ کر طمانیت قلب کا وافر سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

اگر آپ امام اور قاضی ہیں تو مسجد نبوی کے بلند رتبہ امام اور فصل خصومات کے بے باک اور منصف مدنی جج کو بلا امتیاز قریب و بعید اور بغیر تفریق قوی وضعیف فیصلہ صادر فرماتے ہوئے مشاہدہ کر سکتے ہیں اور اگر آپ قوم کے خطیب ہیں تو خطیب اعظم کو منبر پر جلوہ افروز ہو کر بلیغ اور موثر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اور غافل قوم کو (میں علی الاعلان عذاب خداوندی سے ڈرانے والا ہوں) فرما کر پیدا کرتے ہوئے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ الغرض زندگی کا کوئی قابل قدر ... مستحق توجہ پہلو اور گوشہ ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ... معصوم اور قابل اقتداء زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ عمدہ ترین اسوہ اور اعلیٰ ترین معیار نہ بنتی ہو۔

... وجود قدسی پہ لاکھوں بلکہ کروڑوں درود ... جس کے وجود مسعود میں ہماری زندگی کے تمام پہلو سمٹ کر آ جاتے ہیں اور ہماری روح کا ایک ایک گوشہ عقیدت واخلاص کے جوش سے معمور ہو جاتا ہے۔ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے لعل و گوہر کا جو پائیدار خزانہ تمام ارض وسماء اور بحروبر چھان ڈالنے کے بعد بھی کسی قیمت پر جمع نہیں ہو سکتا تھا وہ انمول خزانہ امت مرحومہ کو اپنے پیارے نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ اپنے برگزیدہ رسول کی سنت سنیہ اور اپنے مقبول رسول کے معدن حدیث ہی ایک ہی کان اور معدن سے فراہم ... ہے اور ... بعد ہماری تمام بیماریوں کا مداوا حدیث پاک ... الاتم موجود ہے۔

●●

بقیہ: برطانوی یہودی گٹھ جوڑ

ہوگئی اور واقعات تیزی سے رونما ہونے لگے۔ ۲۳/جنوری کو قادیان میں احمدیوں کے ایک اجتماع میں مجمع کی طرف سے پولیس اور ضلعی اہلکار کو گالیاں دی گئیں۔ اس اجتماع نے خطرناک ماحول پیدا کر دیا اور غیر احمدیوں پر تشدد کے خطرات شدید ہو گئے۔ احمدیوں کے بار بار اصرار پر کہ بابا نانک مسلمان تھے اور سکھ گائے کا گوشت کھاتے تھے سکھوں اور احمدیوں کے درمیان کشیدگی شدید تر ہو گئی۔ قادیان کے چھوٹے سے قصبے اور اس کی دیوانی حدود کے اندر ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۴۴ کے تحت مظاہروں اور اجتماعات پر پابندی لگادی گئی۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے پیش آنے والی بڑی مشکلات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قادیانی متواتر ایسا مواد بہم پہنچا رہے تھے جسے ان کے مخالفین ان کے خلاف اشتعال انگیزی کے لئے پوری طرح استعمال کر رہے تھے۔ اس وقت نیشنلسٹ لیگ نے اپنے اجتماعات میں پولیس کے خفیہ اہلکاروں کے داخلے پر پابندی عائد کر دی۔ ۲۴/جنوری کو نیشنل لیگ کے اجلاس میں قابل اعتراض اور رسوا کن تقریریں کی گئیں جن میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' حکومتی حکمت عملی اور قادیان میں مقامی پولیس کے خلاف شکایات بیان کی گئیں۔

طاقت کا مظاہرہ (۱۹۳۵ء):

انہی دنوں میں مرزا بشیرالدین محمود کو سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳-الف تعزیرات ہند میں شہادت کے لئے بلایا گیا۔ اس کی حفاظت کے لئے ضروری اقدامات کئے گئے تھے' مگر دونوں دن جب وہ بطور گواہ پیش ہوا' خصوصی ٹرینوں کے ذریعے وہ تقریباً ... ہزار ... یوں کو مظاہرے کی غرض سے ساتھ لے کر آیا۔ ☆☆

بقیہ: ایمان کی تعریف

انفرادی غلطیوں کی سزا کے طور پر ڈاکٹروں کے طبقے کی کوئی بات قابل قبول نہیں ہونی چاہئے؟ کیا عدالتوں کے فیصلوں میں ججوں سے غلطیاں نہیں ہوتیں؟ لیکن کیا کسی نے بھی سوچا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی وجہ سے عدالتوں کو تالے لگا دیئے جائیں یا ججوں کا فیصلہ ہی نہ مانا جائے؟ کیا مکانات سڑکوں کی تعمیرات میں انجینئرز غلطی نہیں کرتے. لیکن کبھی ذی ہوش نے یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ ان غلطیوں کی بنا پر تعمیر کا ٹھیکہ انجینئروں کی بجائے گورکنوں کو دے دیا جائے؟ پھر یہ کہ اگر چند جزوی نوعیت کے فتووں میں بے احتیاطیاں ہوئیں تو اس کا یہ مطلب کب نکل آیا کہ اب اسلام و کفر کے فیصلے قرآن وسنت کی بجائے مرزائی تحریفات کی بنیاد پر کرنے چاہئیں۔ علامہ اقبال نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کیا خوب بات کہی کہ:

''مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں، اگرچہ وہ دوسرے پر الحاد کے فتوے دیتے ہوں۔''

(حرف اقبال ص ۱۲۲ مطبوعہ المنار اکادمی لاہور ۱۹۴۷ء)

☆☆.................☆☆

قطعہ

قادیانی ارض پاکستان میں بالعجب؟
راز کیا ہے ایک دنیا کو بتایا جائے گا
سرزمین پاک میں سرمایہ داری کا وجود
اب مٹانا ہی پڑا ہے تو مٹایا جائے گا
ناصر احمد چیز کیا ہے کھچڑی ہی کا جوش
ارتداد اس کا زمانہ کو دکھایا جائے گا
(شورش کاشمیری)

مفتی محمد تقی عثمانی

افغانستان کا المیہ

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس
کارخانہ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں
حق کا بول بالا کیا

پچھلے تقریباً دو ماہ کے دوران امریکہ نے افغانستان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے' اسے اس دور کی سب سے بڑی دھونس دھاندلی اور بدترین ریاستی دہشت گردی کا نام دینے سے بھی اس کی تباہ کاریوں اور ناانصافیوں کی صحیح عکاسی نہیں ہوسکتی۔ اس پوری مہم کو نام تو ''دہشت گردی'' کے انسداد کا دیا گیا ہے' لیکن اس پُرفریب نام کے پردے میں افغانستان کے مظلوم عوام کو جس وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا گیا ہے' اس کے تصور ہی سے انسانیت وشرافت کی پیشانی عرق عرق ہوجاتی ہے۔ جن لوگوں نے کبھی ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا نام بھی نہیں سنا تھا' انہیں یکطرفہ بمباری کا نشانہ بنا کر نہ جانے کتنے بوڑھوں' بچوں اور عورتوں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارا گیا' کتنی خواتین کو اپنے سہاگ اور کتنے بچوں کو اپنے باپ کے سائے سے محروم کیا گیا' ہسپتالوں میں زیر علاج بیمار افراد بھی بموں کی برستی آگ سے محفوظ نہیں رہے' اور ان نہتوں پر اپنی ''بہادری'' کا مظاہرہ کیا گیا جن کے پاس بلند پرواز کرنے والے بمبار طیاروں کی مدافعت کا کوئی سامان نہیں تھا۔

اس ساری کارروائی کے نتیجے میں جو المناک منظر اس وقت سامنے ہے' وہ یہ کہ جس ملک کا نوے فیصد حصہ طالبان کی حکمرانی کے دور میں امن وامان کا مثالی منظر پیش کرتا تھا' جہاں جرائم کا تقریباً خاتمہ ہوگیا تھا' جہاں سے منشیات کی لعنت تقریباً سو فیصد مٹ گئی تھی' اور جہاں کے بارے میں مدت تک قید رہنے والی غیر ملکی خواتین نے بھی یہ گواہی دی ہے کہ ہمارے ساتھ بھنوں جیسا سلوک کیا گیا' آج اسی علاقے میں قدم قدم پر لاشیں تڑپ رہی ہیں' اور ظلم واذیت رسانی کے نت نئے اسلوب ایجاد کئے جارہے ہیں' اور ڈنکا یہ بجایا جارہا ہے کہ ہم نے دہشت گردی کے مراکز ختم کرکے دنیا کو امن وعافیت کا تحفہ دیا ہے' رات کی تاریکی کو دن کی دھوپ اور ظلم وبربریت کی سیاہی کو انصاف کی روشنی قرار دینے کی ایسی عالمی دھاندلی تاریخ نے شاذ ونادر ہی کبھی دیکھی ہوگی۔

طالبان نے ایک مہینے تک امریکہ کی اندھا دھند بمباری اور میزائلوں کی بارش کا بڑے صبر استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا' جنگ کے اس مرحلے تک ساری دنیا حیرت میں تھی کہ یہ بے سروسامان لوگ بمباری کے جدید ترین اور مہلک ترین آلات کا کس بے جگری سے مقابلہ کررہے ہیں' لیکن بالآخر جب شمالی اتحاد کو اپنے بمباروں کی چھتری مہیا کرکے آگے بڑھایا گیا تو طالبان نے اتنی ہی تیز رفتاری سے پسپائی اختیار کی' اور ان کے جو سپاہی ان کے دشمن کے ہاتھ لگے انہیں لرزہ خیز مظالم کا نشانہ بنایا گیا' اور بالآخر رفتہ رفتہ پورے افغانستان سے طالبان حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

طالبان کی اس شکست کے نتیجے میں جو حالات سامنے آئے ہیں' ان پر دل تو ہر انصاف پسند کا روتا ہوگا' لیکن خاص طور پر دنیا بھر کے دینی حلقے شدید رنج وغم' صدمے' احساس بے بسی اور بعض لوگ مایوسی تک کی کیفیت میں گرفتار نظر آرہے ہیں' ایک طرف صدمہ ان ہزارہا افراد کی ہلاکت کا ہے جو اپنے کسی ظاہری جرم کے بغیر امریکی جارحیت کا نشانہ بنے' ان پھول سے بچوں کا ہے' جنہیں آگ کے شعلوں میں بھسم کردیا گیا یا جن کو عمر بھر کے لئے یتیمی اور بے کسی کے حوالے کردیا گیا' ان غیرت مآب خواتین کا ہے' جن کا سہاگ لوٹ کر ان کے سر سے چادر اتار لی گئی' ان غریب اور قحط زدہ آبادیوں کا ہے' جنہیں آن کی آن میں کھنڈر بنادیا گیا' دوسری طرف صدمہ اس کا ہے کہ ایک نوزائیدہ ریاست جو اسلام نافذ کرنے کا عزم لے کر چلی تھی' اسے اپنے عہد طفولیت ہی میں ختم کردیا گیا' تیسری طرف اس پروپیگنڈے کا ہے جو مغربی ذرائع ابلاغ اور ان کے ہمنوا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تواتر کے ساتھ کئے جارہے ہیں' چوتھے اسلام دشمن طاقتوں کی اس بڑھتی

ہوئی جرأت کا ہے جواب مسلمانوں کی ہر قوت کو پارہ پارہ کرنے کی فکر میں ہے۔

ہونے والے واقعات پر یہ تمام صدمے اپنی جگہ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مایوسی، ہمت ہارنے اور حوصلے چھوڑ بیٹھنے کا دور دور کوئی جواز نہیں ہے۔ ایک مسلمان کو کبھی یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہ دنیا ہے، جنت نہیں ہے، اس دنیا میں اچھے برے اور سرد و گرم ہر طرح کے حالات پیش آتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے، جس کے بغیر کائنات کا کوئی ذرہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرسکتا، ہم لوگ اپنی محدود عقل اور محدود خواہشات کے دائرے میں رہ کر سوچتے ہیں لیکن کائنات کا نظام اس علیم و خبیر کے ہاتھ میں ہے، جس کی حکمت بالغہ کے فیصلے اس محدود دائرے کے پابند نہیں، فتح ہو یا شکست، کامیابی ہو یا ناکامی، سب اسی کی طرف سے ہیں، اس کی حکمت و مشیت نے نہ جانے کتنے مواقع پر دشمنوں کو ڈھیل دی ہے اور دوستوں کو آروں سے چروادیا ہے۔

ما پروریم دشمن و ما می کشیم دوست
کس را چرا و چوں نہ رسد در قضائے ما

تاریخ اسلام، بلکہ قرون اولیٰ کی تاریخ میں بھی جہاں مسلمانوں کی شاندار فتوحات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، وہاں شکست و ہزیمت کے واقعات بھی کم نہیں ہیں، ان واقعات میں سے بعض وہ بھی ہیں جن میں ہماری محدود نظر کو کوئی ظاہری سبب اس کے سوا نظر نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو آخرت کے غیر محدود درجات عطا فرمانا چاہتے تھے، لیکن ایسی مثالیں کم بھی ہیں جو عموماً معصوم پیغمبروں کے ساتھ پیش آئی ہیں اور کسی غیر نبی کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس صف میں شامل کرے، لیکن تاریخ کے بیشتر واقعات وہ ہیں جو مسلمانوں کے لئے ایک تنبیہ اور آئندہ کے لئے ایک سبق کی حیثیت رکھتے ہیں اور مسلمانوں سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اس شکست پر مایوس یا خوفزدہ ہوکر بیٹھنے کے بجائے اپنے طرز عمل کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ اس میں کہاں کہاں بھول تھا؟ پھر اس بھول کی اصلاح کے لئے اپنے عزم و ہمت کو تازہ کرکے اپنا سفر جاری رکھیں۔

خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں غزوۂ احد، غزوۂ حنین کی مثالیں موجود ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عارضی طور پر ہی سہی، شکست اور ہزیمت اٹھانی پڑی، قرآن کریم نے دونوں واقعات کا ذکر کرکے اس شکست کے اسباب کی طرف مسلمانوں کو متوجہ فرمایا، اور آئندہ ان اسباب سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا ایک مسلمان کو جب بھی ناکامی یا شکست کا سامنا ہو، اس کا سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ اس کے دل میں صدمے کے کتنے بادل اٹھ رہے ہوں، وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی مشیت کے آگے سر تسلیم خم کرکے اس پر راضی ہو، پھر دوسرا کام یہ ہے کہ وہ ٹھنڈے دل و دماغ اور خود احتسابی کے مخلصانہ جذبے کے ساتھ اپنے طرز عمل کا جائزہ لے کہ اس میں کہاں کہاں غلطی تھی؟ جو قوم خود احتسابی کی اس جرأت کا مظاہرہ کرسکتی ہو، اس کی شکست درحقیقت شکست نہیں، آئندہ فتوحات کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس دنیا میں ایمان اور حکمت دو چیزوں کی تلقین فرمائی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسنون دعا میں بھی مسلمانوں کے لئے یہی دو چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں۔ مسلمان کا کام انہی دو ہتھیاروں کے توازن سے چلتا ہے۔ اگر ظاہری اسباب کے تحت حکمت کا سارا ساز و سامان موجود ہو لیکن اس کی پشت پر ایمان کی قوت نہ ہو، تو کم از کم مسلمان کامیاب نہیں ہوسکتا۔

دوسری طرف اگر ایمان کے ظاہری تقاضے پورے ہوں لیکن حکمت میں (جو درحقیقت ایمان ہی کا ایک حصہ ہے) کمزوری ہو، تب بھی کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے لہٰذا اسباب سے جو اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، کلی طور پر صرف نظر کرنا بھی مسلمان کا کام نہیں ہے، افغانستان میں پچھلے دنوں جو المناک حالات پیش آئے، ان پر اب اسی نقطہ نظر سے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے آگے سر تسلیم خم کرکے اپنے طرز عمل کا اخلاص کے ساتھ جائزہ لیں اور جہاں کہیں ایمان و حکمت کے تقاضوں میں کوئی کمی نظر آئے، اس کی تلافی کرکے اپنا سفر جاری رکھیں۔

یہ بات کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آرہی ہے کہ افغانستان کے المیے کے بعد کچھ لوگ تو وہ ہیں جو نہ صرف مایوسی کا شکار ہیں، بلکہ معاذ اللہ تقدیر کا شکوہ کرنے سے بھی باز نہیں رہتے، کچھ حضرات وہ ہیں جو ابھی تک ان واقعات کو شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، اور کچھ لوگ یہ پروپیگنڈہ کرنے سے بھی نہیں چوک رہے کہ اسلام اپنی ٹھیٹھ تعبیر کے ساتھ اس دور میں قابل عمل نہیں رہا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں جو قرآن و سنت کی روشنی میں صدق دل کے ساتھ خود احتسابی کا فریضہ بجالاکر خود اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور اپنی غلطیاں متعین کرکے اپنی آئندہ کی حکمت عملی ترتیب دے سکیں، حالانکہ اس موقع پر اسی راہ عمل کی شدید ضرورت ہے۔

اللھم الھمنا رشدنا واعزم لنا علی رشد امرنا وقنا شرور انفسنا یا ارحم الراحمین!

(بشکریہ ماہنامہ "البلاغ" کراچی)

برطانوی یہودی گٹھ جوڑ

سکھ احمدیہ کشیدگی (۱۹۲۸ء-۱۹۲۹ء)

۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء کے سالوں میں خاموشی رہی۔ قادیانیوں کا ولولہ کم ہو کر منظرِ عام سے بالکل ہی غائب ہو گیا اور اگست ۱۹۹۲ء تک ان کے بارے میں کوئی شنید نہ آئی' لیکن اس کے بعد وہ اس وقت ظاہر ہوئے جب انہوں نے ضلعی حکام کی اجازت سے گائے کا مذبحہ خانہ تعمیر کیا جسے سکھوں نے گرا دیا تو سکھ احمدیوں کا جھگڑا ہو گیا۔ قادیان کی احمدی آبادی میں بعد میں گائے کا ذبیحہ حکماً بند کر دیا گیا لیکن اس واقعے سے واضح ہو گیا کہ ابھی کشیدگی ہے اور ہنوز سکھوں اور احمدیوں کے مابین تلخی باقی ہے۔

سیاسی ٹھہراؤ (۱۹۳۰ء):

۱۹۳۰ء سے لے کر احمدیوں کی تاریخ اس گروہ کے قادیان سے تعلق رکھنے والے فریق کی ہی تاریخ ہے۔ ہندوستان کے اندر اور باہر لاہوری گروہ کے مذہبی سرگرمیوں میں استغراق نے اسے سیاسی طور پر بے وقعت کر کے رکھ دیا۔ کبھی کبھی مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھ خصوصی اور عام قادیانیوں کے ساتھ عمومی طور پر ان کی اصلی مگر محتاط طریقے سے دبی ہوئی مخاصمت کی وجہ سے ان کا چرچا ہوتا ہے۔ اگلے چند سالوں کے لئے عوامی دلچسپی قادیان پر ہی مرکوز ہو گئی جو کہ ایک سنگین مذہبی نزاع کا طوفانی مرکز بن گیا' جس کی پوری قوت ابھی صرف نہیں ہوئی تھی۔

مباہلہ مہم (۱۹۳۰ء):

۱۹۳۰ء میں قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود کی ایک مخالف جماعت پیدا ہو گئی جس نے احمدیوں کے خلاف دشنام آمیز پرچار کے لئے ''مباہلہ'' کے نام سے اخبار جاری کیا۔ اس اخبار کے مالک اور مدیر دو باپ بیٹا عبدالکریم اور اس کے والد فضل کریم تھے جنہوں نے احمدیہ عقیدے سے قطع تعلق کر لی تھی۔

جناب بشیر احمد صاحب

اس احمدی مخالف نشر و اشاعت پر ایک احمدی نے تیخ پا ہو کر ۲۳/اپریل کو عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ کیا مگر غلطی سے محمد حسین نامی ایک دوسرا شخص قتل ہو گیا۔ مباہلہ میں تواتر کے ساتھ چھپنے والے قابل اعتراض مضامین نے پہلی چنگاری کا کام کیا' جسے احرار کی بے باک صنائی نے ہوا دے کر ایک شعلہ جوالا بنا دیا جو خاصی دیر تک وسطی پنجاب میں پھیل کر انتظامیہ کے لئے پریشانی کا باعث بنا رہا۔ یہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ احمدیوں کے آپس میں افتراق ہی کا نتیجہ تھا کہ بعد میں قادیانیوں اور احرار کے مابین بنیادی تنازعات پیدا ہوئے۔ اس نزاع نے مذہبی کے ساتھ ساتھ سیاسی شکل بھی اختیار کر لی۔ احرار نے قادیان کے احمدیوں پر دو طرح کے بڑے حملے کئے۔ پہلا حملہ عمومی راسخ العقیدگی کے بارے تھا اور دوسرا ان کے قادیان میں غیر احمدیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں تھا۔

پہلے معاملے پر وہ احمدیوں کے بارے میں پنہاں دشمنی کو ایک نئی زندگی دینے میں کامیاب ہو گئے جو کہ راسخ العقیدہ مسلمانوں کے سینہ میں قادیان کے خلاف ہمیشہ سے ہے۔ وہ احمدیوں کی ان تحریروں کا حوالہ (یا بقول قادیانیوں کے غلط حوالہ) دیتے جو کہ ایمان کے انتہائی خلاف ہوتیں اور مزید یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ قادیانی اسلام کے لئے ایک سنگین خطرہ ہیں۔ نتیجے کے طور پر قادیانیوں کو اپنے حلقے سے باہر مسلمانوں میں کوئی بہی خواہ نہ مل سکا۔ اگر مسلمانوں کے جذبات عمومی طور پر ان کے خلاف شدید نہیں ہوئے لیکن اگر کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہو جاتا تو آئندہ چند برسوں تک یہ ان خطرناک حدوں کو چھو سکتے تھے۔ عین اسی وقت قادیانیوں کی سابقہ حرکتوں نے ہندوؤں میں بھی غیر مقبول کر دیا تھا۔ خصوصاً قادیان اور اس کے گرد و نواح میں ان کی سکھوں کے ساتھ سابقہ طویل دشمنی ان کی اس بے

وقت کی راگنی نے اور شدید کر دی جب انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ بابا گورونانک مسلمان تھے۔ احرار کی سیاسی سرگرمیوں نے صورت حال کو اور بھی پیچیدہ کر دیا۔ جب انہوں نے اپنی جماعت کی سیاسی مضبوطی اور استحکام کی خاطر موجودہ صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہا یہ مہم منافع بخش بھی تھی اور اس خیال نے کچھ احراریوں کو جو کہ اس میں حصہ لے رہے تھے کشش بھی پہنچائی۔ اس مقابلہ کا سب سے ناطق پہلو ہر گروہ کا مخالف فریق کو گالیاں دینا ہوتا تھا جو خطبوں' تقریروں' رسالوں اور اخباری مضامین کی شکل میں ہوتا۔ درمیان میں فریقین ستا لیتے اور حکومت پر فریق مخالف کے حق جانبداری کا الزام عائد کرتے۔ یہ اس تنازعہ کی عمومی شکل تھی جو ۱۹۳۰ء اور اس کے بعد احراریوں اور قادیانیوں کے مابین پرورش پاتا رہا اور بعض اوقات امن عامہ کے لئے سنگین خطرہ بھی ثابت ہوا۔

مباہلہ کانفرنس (۱۹۳۱ء):

اس کھیل میں پہلی حرکت ۱۹۳۱ء کو ہوئی جب ۱۹ اور ۲۰/ اکتوبر کو احرار کے اکسانے پر منحرف قادیانیوں نے مباہلہ کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ احرار اس سے مسلمان قوم میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا چاہتے تھے۔ اس کانفرنس نے صوبہ کے کئی مقامات پر قادیانی مخالف جذبات کو مشتعل کر دیا۔ اس سے نومبر میں امرتسر و دیگر مقامات پر احمدیہ اجلاسوں کو خراب کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں اور بعض اوقات بدامنی سے بچنے کے لئے پولیس کو مداخلت کرنا پڑی۔

کشمیر کمیٹی:

۲۶/ جولائی ۱۹۳۱ء کو مرزا محمود کی سربراہی میں ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' عمل میں آئی۔ کشمیری مسلمانوں کے لئے احرار نے زبردست تحریک چلائی اور آخر کار مرزا محمود کو مستعفی ہونا پڑا۔ (مجلس احرار پر ۱۹۳۸ء میں پنجاب سی آئی ڈی کی خفیہ رپورٹ' مآخذ مرکز قومی دستاویزات اسلام آباد)

احرار کی شروع کردہ قادیانی مخالف مہم (۱۹۲۳ء۔۱۹۳۲ء):

ایک وقت تک قادیانیوں نے اپنی کم تعدادی کی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے عام راسخ العقیدہ مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے سے احتراز کیا اور ۱۹۳۲ء کے پورے سال اور ۱۹۳۳ء کے کچھ عرصہ تک احرار خاموش رہے اور اپنے منبر اور پریس میں اپنی سرگرمیوں کو قادیانی فرقہ کی ملامت تک ہی محدود رکھا۔ ۴/ مارچ ۱۹۳۳ء کو احرار کی مجلس عاملہ کا لاہور میں اجلاس ہوا اور کئی قراردادیں منظور کی گئیں۔ اس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری' چودھری افضل حق اور حبیب الرحمن موجود تھے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیوں کے خلاف مہم شدومد کے ساتھ ایک نئی جماعت بنا کر جاری کی جائے جس کا نام دعوت و ارشاد ہو۔ ایک نئے اخبار کے لئے پونجی جمع کی جائے' یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ طمطراق تجاویز بار آور نہ ہو سکیں لیکن یہ بات واضح تھیں کہ اب احرار کچھ کرنے والے ہیں۔ ۱۹۳۳ء کے پورے موسم گرما کے دوران احمدیوں کے خلاف احرار کا نظریہ تلخ سے تلخ ہوتا گیا اور بعض مواقع پر یہ قراردادیں منظور کی گئی بلکہ تجاویز دی گئیں کہ احمدیوں کو اسکولوں' کالجوں اور مسلمان اداروں سے نکال باہر کیا جائے۔ ان کا سماجی مقاطعہ کیا جائے اور انہیں مرکزی و صوبائی قانون ساز اداروں' میونسپل کمیٹیوں اور بلدیاتی اداروں میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اسی سال اکتوبر میں احرار نے یہ منصوبہ بھی تیار کیا کہ اس عمارت پر قبضہ کر لیا جائے جس میں ''مباہلہ'' قائم تھا اور اسے ایسے دفتر کے طور پر استعمال کیا جائے جہاں سے احمدیوں کے خلاف مہم جاری کی جا سکے اور احمدیوں کو اس منصوبہ بندی کی بھنک پڑ گئی اور انہوں نے فوری طور پر اس عمارت کو گرا کر اس کی جگہ بیت الخلاء تعمیر کر دیئے' بعد میں اس عمل کو کسی خفیف کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے گھروں کو بھی ان بیت الخلاؤں کے ساتھ ملحق کر دیا گیا' لیکن شرارت ہو چکی تھی اور ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء کے سرما سے احمدی احرار کی کشیدگی شدید سے شدید تر ہوتی گئی۔

قادیانی محاربت (۱۹۳۴ء):

اسی دوران قادیان میں احمدیوں کا عمومی رویہ واضح طور پر جارحانہ اور حربی ہوتا جا رہا تھا۔ ۱۹۳۴ء میں ایسی اطلاعات بھی موصول ہوئیں کہ احمدیہ گروہ قادیان میں خود مختاری اور ریاست کے قیام کا رجحان رکھنے لگے تھے اس چیز کا اظہار مندرجہ ذیل شواہد سے ہوا:

(۱) ایک دستہ قائم کیا گیا جسے بندوق زنی کی تربیت کے لئے ہتھیار رکھنے کی اجازت تھی۔

(۲) احمدی عدالتوں کا ''ادارۂ فوجداری'' کے زیر عنوان قیام۔

ایک ایسی دستاویز کا بھی پتہ چلا جو کہ قادیان کی عدالت سے جاری ایک مدعا علیہ کے نام ''سمن'' تھا۔ اس سمن میں استعمال ہونے والی اصطلاحات برطانوی ہند کی عدالتوں میں مستعمل اصطلاحات کے ہم نام تھیں۔ ایسی اطلاعات بھی موصول ہوئیں کہ احمدیوں کو ناراض کرنے والے لوگوں کا سماجی مقاطعہ کر دیا جاتا' غیر احمدیوں کے خلاف ایسی کارروائیاں بالجبر کی جاتیں۔ مرزا محمود نے تعزیرات (محمودیہ پینل کوڈ) کو

متعارف کروایا ہے جو واضح طور پر تعزیرات ہند کے برعکس تھا اس طرح اس نے متوازی حکومت قائم کرلی تھی اور احمدی "عدالتوں" کے لئے یہ ایک عام چیز تھی کہ وہ کسی قادیانی کو کوڑے لگائے یا شہر بدر کردے۔

(۳) "سیاسی انجمن احمدیہ" جو بظاہر احمدیوں کی سیاسی فلاح میں دلچسپی رکھتی تھی۔

تبلیغ کانفرنس (۱۹۳۴ء):

قادیان میں احمدی راج کی داستانوں نے اس فرقے کے خلاف مسلمانوں کے خیالات کو اور مہمیز دے دی اور احرار نے نفرت کے ان امنڈتے ہوئے طوفانوں کو اپنی "احمدیہ مخالف مہم" میں پوری قوت سے صرف کیا۔ قادیان کے عنایت اللہ کی طرف سے جاری کردہ کتابچہ "کیا مرزائے قادیانی عورت تھی یا مرد" کو حکومت نے ضبط کرلیا۔ احمدیوں کی ملامت اور ان کے خلاف نشر واشاعت کی خاطر امرتسر میں مارچ میں "ردقادیانیت" کے نام سے ایک مجلس قائم کی گئی۔ احرار نے قادیان میں اکتوبر میں ایک تبلیغ کانفرنس کا انعقاد کیا جس کا مقصد دشمن کے پڑاؤ میں جاکر حملہ کرنا تھا۔ کانفرنس پُرامن طریقے سے اختتام پذیر ہوگئی مگر یہ ضروری خیال کیا گیا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خلاف ۲۱/اکتوبر کو کانفرنس میں تقریر کرنے پر زیر دفعہ ۱۵۳-الف تعزیرات ہند کارروائی کی جائے۔ ایک احمدی ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نے مرزا بشیر الدین محمود کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ اس کا احمدیوں نے سماجی مقاطعہ کردیا۔ احمدیوں نے قادیان میں احرار کو کانفرنس کی اجازت دیئے جانے پر پُرزور احتجاج کیا۔ مرزا بشیر الدین محمود جس نے کانفرنس کے موقع پر قادیان میں احمدی رضاکاروں کی ایک بڑی تعداد کو طلب کرلیا تھا کو ضابطہ فوجداری ترمیمی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت حکم دیا گیا کہ وہ اس طلبی نامے کو منسوخ کردے۔ حکومت کے اس اقدام کے خلاف دنیا بھر میں احمدیوں (قادیانیوں) نے احتجاجوں کا طوفان کھڑا کردیا۔ جذبات بھڑکتے رہے اور احمدی غیض وغضب نومبر میں اس وقت مزید شدت اختیار کرگیا جب احمدیہ گروہ کے سربراہ کے قتل کی مبینہ نیت کے ساتھ ایک نوجوان قادیان چلا گیا مگر پولیس نے اسے گرفتار کرلیا اور بعد ازاں ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۰۹ کے تحت ایک سال کے لئے جیل بھجوادیا گیا۔

قادیان اور حکومت پنجاب (۱۹۳۵ء):

۱۹۳۵ء کے سال خصوصی طور قادیانی احمدیوں کا رویہ حکومت پنجاب کے ساتھ تبدیل ہوا۔ ۱۴/جنوری کو ایک خطبے کے دوران گروہ کے سربراہ نے تبدیلی کا اشارہ دیا۔ جب اس نے یہ کہا کہ: حالیہ وقتوں تک احمدیوں کے تعلقات انگریزوں کے ساتھ اچھے تھے مگر کسی قوم پر حکومت عاقبت اندیشی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جماعت کے ساتھ کی جانے والی زیادتی میں کئی انگریز افسروں کا بھی ہاتھ ہے۔ وہ ان تمام مصائب سے بخوبی واقف ہے جن میں سے اس کے پیروکاروں کو گزرنا پڑا ہے' مگر کوئی قانون اسے حکومت کے احترام پر مجبور نہیں کرسکتا' تاہم وقتی طور پر اس کی خواہش ہے کہ اس کے پیروکار قانون کے متابعت کریں مگر وہ وقت آئے گا جب وہ انہیں اس بندھن سے کھلا چھوڑ دے گا۔

نیشنل لیگ (۱۹۳۵ء):

۱۸/جنوری کو قادیان میں احمدیوں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں گروہ کے سربراہ کو ایک قرارداد کے ذریعہ استدعا کی گئی کہ "سیاسی کام" جاری رکھنے کے لئے احمدیوں (قادیانیوں) کو ایک نئی مجلس منظم کرنے کی اجازت دی جائے۔ ایک ہفتہ بعد "سیاسی انجمن احمدیہ" کا نام تبدیل کرکے "نیشنل لیگ" رکھ دیا گیا اور اس کے اغراض ومقاصد میں سے ایک یہ مشتہر کیا گیا کہ: حکومت اور اس کے اہلکاران کو شرافت سکھانا ہے' مختلف جگہوں پر لیگ کی شاخیں کھولی گئیں اس یقین کی کافی وجہ ہے کہ لیگ کا مقصد دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو اسلام اور اسلامی اصولوں کی آڑ میں برطانوی حکومت کے خلاف بھڑکانا تھا اور اس مقصد کے لئے میدان میں پہلے سے موجود پرچارکوں نے کام کرنا تھا۔ عملی طور پر لیگ کا مرکزی احمدی قیادت کے ساتھ وہی تعلق تھا جو شرومنی اکالی دل کا شرومنی گردوارہ پربندھک کمیٹی کے ساتھ تھا۔ گورداسپور میں مسلمانوں کے جم غفیر نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو "امیر شریعت" کا خطاب دیا۔ احمدیوں کے اس احمقانہ دعوے نے صورت حال کو اور بھی پیچیدہ کردیا کہ گورونانک مسلمان تھے۔ اس کا سکھوں نے فطری طور پر برا منایا۔ قادیانیوں نے بجائے اس راستے پر چلنے کا خطرہ بھانپتے جس پر چل کر وہ اپنے پرانے دوست بھی کھوسکتے تھے۔ انہوں نے اپنے دشمنوں کے ساتھ مزید تلخی پیدا کرلی۔ کئی احمدی مخالف رسالے جن میں "خانچوں نبی" "پنج تن پاک" اور "دلّی کا گول کپا" ہیں۔ حکومت نے ضبط کرلئے۔ "زمیندار لاہور" اور کریمی پریس جہاں سے یہ چھپتا تھا سے ضمانت نامے طلب کرلئے گئے۔ احمدیہ مخالف مضامین چھاپنے پر گجرات کے "صداقت" اور گوجرانوالہ کے "العدل" کو انتباہ جاری کئے گئے۔

احمدیہ سکھ جھگڑا (۱۹۳۵ء):

جنوری ۱۹۳۵ء میں صورت حال اور بھی بدتر

باقی صفحہ ۱۲ پر

قسط - ۲

بارگاہ رسالت مآب ﷺ

وہ روز' روزِ عید تھا

ریاض حسین چوہدری

خیالات کی وادی دلکشا میں پھول کھل رہے تھے۔ تصورات کی دنیا سے باہر آیا تو سر پر سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ میں فضائے مدینہ میں سانس لے رہا تھا۔ ہوائے مدینہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ میں نے اضطراری کیفیت میں نیلے آسمان کی طرف دیکھا۔ کیا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی آسمان کو دیکھا کرتے تھے' جسم پر ایک کپکپی سی طاری ہوگئی' ان پہاڑوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوگا۔ ان ہواؤں نے ان کے گیسوئے تابدار کے بوسے لئے ہوں گے۔ اس خاک نے قدوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومنے کا اعزاز حاصل کیا ہوگا۔ میں دیر تک کھلے آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ میں نے جدھر دیکھا مجھے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نظر آئے' آسمان کی وسعتیں انوار محمد ﷺ سے بھر گئیں' میرے نبی کا وجود ایک زندہ و پائندہ حقیقت بن کر ہر طرف جلوہ افروز تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے دھند کا پردہ چھا اور بھی گہرا ہو گیا۔ آنسوؤں کے رقص میں تیزی آ گئی' مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ میرے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہونے والے عشاق کس حال میں ہیں' ان کے دلوں پر کیا گزر رہی ہے۔ میں ہمت کر کے آگے بڑھا۔ یوں لگا جیسے باد بہاری سڑک کے دونوں طرف مودب کھڑی ہے' تمناؤں کے ان گنت آنچل قدم قدم پر بچھے ہوئے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کائنات کا ذرہ ذرہ میرے ساتھ چل رہا ہے۔ ہر چیز روضہ اقدس کی جانب رواں دواں ہے' مجھے یوں لگا جیسے وقت کی رفتار تھم گئی ہو' ہواؤں نے دم سادھ لیا ہو' چراغ بدست خوشبو کے قدم رک گئے ہوں اور پھر اوج ثریا نے میری آنکھوں کو چوم لیا' نگاہ اٹھائی تو ہر اشک آئینہ خانہ بن گیا' پلکیں بھیگ گئیں۔ سامنے گنبد خضرا اپنی جملہ تابانیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھا' میں ایک لمحے کے لئے ڈگمگا گیا' پوری کائنات کا مرکز نگاہ جس کے تصور دلپذیر سے کشور جاں میں باد بہاری چلتی ہے' جس کے تصدق میں موسموں کو شاداب ساعتوں کی خلعت عطا ہوتی ہے' رعنائی خیال جس کے دامن کی اترن ہے' جو ہر زبان کی ہر لغت میں امن' سلامتی' سکون اور عافیت کا سب سے بلیغ استعارہ ہے' میں اس شہر انتخاب میں تھا اور اپنے تصورات میں گم صم گنبد خضرا کی طرف دیکھ رہا تھا' نگاہیں بہر سلامی اوپر اٹھیں اور اٹھی ہی رہیں' کسے آنکھ جھپکنے کا یارا تھا۔ پھر احترام سے جھک گئیں اور جھکتی ہی چلی گئیں' دل کی ہر دھڑکن آنکھوں میں سمٹ آئی تھی' دیار ہجر میں عمر عزیز کی کتنی راتیں اور کتنے دن گنبد خضرا کے تصور میں گزار دیئے تھے' آج میں اسی گنبد خضرا کی ٹھنڈی چھاؤں میں کھڑا تھا' لہو کی ایک ایک بوند ناچ اٹھی' پورا عالم رقص میں آ گیا' فضائیں جھوم اٹھیں ساعتیں درود پڑھنے لگیں' فضائیں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے سرمدی الفاظ سے معمور ہوگئیں۔ میں نے اپنے منتشر خیالات کو سمیٹا۔ دل نے ایک بار پھر ٹوکا' ریاض! سنبھل کر چل' ہوش کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑ' اپنے بخت رسا کی بلائیں لے۔ چند لمحے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت عظمیٰ میں پیش ہونے والا ہے' اے مجرم اپنی صفائی میں کیا کہو گے؟ دیکھو! سر جھکا کر اپنے جرائم کا اعتراف کر لینا' تمام آرزوؤں کو دامن دل میں سمیٹ لے اور پھر چند ثانئے بعد باب جبریل کے سامنے کھڑا تھا۔ دلیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظروں نے بوسہ دیا' نگاہوں سے خود بخود سجدے ٹپک پڑے۔ جی چاہا سرکار ﷺ کی چوکھٹ سے دیوانہ وار لپٹ جاؤں' عشاق مصطفیٰ کے قدموں کو چوم لوں' کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کروں'

رقص کروں کہ جھوم جاؤں' گمان گزرتا کہیں یہ خواب تو نہیں۔ کیا میں حالت بیداری میں ہوں' پھر میں اپنے آنسوؤں کے ان گجروں کو تلاش کرنے لگا جو میں نے عمر بھر شب کے پچھلے پہر پرو باد صبا' اس التماس کے ساتھ کئے تھے کہ اے مدینے کی طرف جاتی ہوئی ہواؤ! میرے ان آنسوؤں کو دہلیز مصطفی ﷺ پر رکھ کر عرض کرنا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا شاعر بے حد اداس ہے۔ حضور ﷺ چاروں طرف سے اسے غموں نے گھیر رکھا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم! بلاوے کا منتظر ہے مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے کب اور کیسے دہلیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبور کیا' ہوش آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک میں کھڑا تھا۔ سامنے سبز جالیاں تھیں' چشم پرنم نے جھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہماری جنت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔ یاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہروں مچلنے والا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ آنسوؤں' ہچکیوں اور سسکیوں کا ایک طوفان امڈ آیا میرے وجدان نے ہمیشہ حضور ﷺ کے قدموں پر سجدے لٹانے کی آرزو کی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر کر مر جانے کی تمنا کی ہے۔ آج میں اپنے آقا ﷺ کے قدموں میں کھڑا تھا۔ لبوں پر درود وسلام کے زمزمے مچل رہے تھے' عشاق مصطفیٰ بارگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ سلام پیش کرنے کے بعد سامنے سے آ رہے تھے' میں بڑے ادب اور احترام کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ دل کی رفتار یقیناً قدموں سے تیز تھی اور پھر وہ لمحہ بھی آ گیا جسے حاصل زندگی بھی کہوں تو کم' یوں لگا جیسے انوار کی چادر سی میرے سامنے تان دی گئی ہو' شاداب ساعتوں کے موسم نے مجھے اپنی بانہوں میں لے لیا ہو' آہستہ آہستہ نظریں اٹھائیں۔ سامنے رنگ و نور کا ایک سمندر موجزن تھا۔ چند لمحوں کے لئے نجانے کہاں کھو گیا' روضہ اطہر کی سنہری جالیاں سامنے تھیں' وہ جالیاں جنہیں ہم نے چشم تصور میں بارہا بوسہ دینے کی سعادت حاصل کی تھی۔ سینے سے ایک طوفان اٹھا' میں دیوانہ وار پکار اٹھا لبیک یا رسول اللہ' لبیک' میں بے ساختہ پکار رہا تھا۔ حضور! آپ ﷺ کا ایک ادنیٰ سا شاعر' آپ ﷺ کے گھرانے کا نوکر' آپ ﷺ کے غلاموں کا غلام حاضر ہے' آقا آپ ﷺ کا مجرم سر جھکائے آپ کی عدالت میں کھڑا ہے۔ میں نے چشم تصور میں دیکھا' حضور ﷺ فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ سر بارگاہ خداوندی میں جھکا ہوا ہے۔ کفار ومشرکین بھی مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے ہیں لیکن حضور ﷺ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ آج جو شخص ابوسفیان کے گھر میں آ جائے گا' اسے بھی پناہ دی جائے گی جو اپنے گھر کو اندر سے بند کر لے گا' وہ بھی امان پائے گا' یہ سوچ کر مجھے حوصلہ ہوا۔ ایک مجرم کے اوسان بحال ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شاعر کا سلام قبول کیجئے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ساری عمر ارادے باندھتا رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں پہنچ کر اپنی ساری تمنائیں طشت دیدہ و دل میں سجا کر پیش کر دوں گا۔ یہ عرض کروں گا' وہ عرض کروں گا۔ اپنے ٹوٹے ہوئے وطن کی داستان کہوں گا۔ عرض کروں گا کہ آقا ﷺ آپ کے غلاموں کے وطن کا ایک بازو ٹوٹ گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا مشرقی پاکستان سازشوں کے بھنور میں ڈوب گیا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کا آشیانہ شاخ نازک پر لرز رہا ہے۔ حضور ﷺ شرمسار ہوں کہ اب میرے وطن سے آپ ﷺ کو ٹھنڈی ہوائیں نہیں آتی' ہم آپ ﷺ کی تعلیمات کو بھول چکے ہیں' تارک قرآن ہو کر در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں' ہم نے ہر اخلاقی قدر کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ اپنی ثقافتی اقدار کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کی بجائے انہیں ہم نے عجائب گھروں کے شفاف شوکیسوں میں سجا رکھا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنی تاریخ ہی نہیں' اپنے جغرافیے کے بھی قاتل ہیں۔ صنم خانے ہمارے سوچوں کے نگر میں آباد ہیں' کشور دیدہ و دل میں دھول اڑ رہی ہے۔ ہر زاویہ نگاہ تشکیک کی گرد میں لپٹا ہوا ہے۔ ہم نے اپنے دین میں اپنی جھوٹی انا کی گمراہیوں کی مسند بچھا رکھی ہے' ہم نے تاج ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے غاصبوں کو اپنے دامن میں چھپا رکھا ہے' ہم وہ بدبخت ہیں جو فلسطین' بوسنیا اور کشمیر کی بیٹی کے سر پر تحفظ کی ردا نہ دے سکے۔ ان کی عصمتیں سر بازار لٹتی رہیں لیکن ہماری غیرت ایمانی پر مسلسل برف گرتی رہی۔ آقا ﷺ ٹوٹ جائیں ہمارے دونوں ہاتھ' ٹوٹ جائیں ہمارے دونوں ہاتھ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے مجرم ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہیں۔ سوچا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں وطن کی ہواؤں کا سلام پیش کرنے کے بعد گھر کے ایک ایک فرد کا نام لے کر سلام عرض کروں گا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھرانے کا ایک ایک بچہ دونوں ہاتھ اٹھا کر سلام کہہ رہا تھا۔ حضور ﷺ آپ کی کنیزیں گلاب کی سرخ پتیاں لے کر دست بستہ کھڑی تھیں۔ آقا ﷺ غلام زادے سراپا حرف سپاس بن کر سلام پیش کر رہے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر کے در و دیوار بھی سلام کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا قلم' میری تنہائیوں کا ساتھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہم دونوں مل کر آپ کی نسبت سے چراغ جلایا کرتے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس ٹوٹے ہوئے قلم کو بھی اپنے ساتھ لے آیا ہوں' ورق ورق پر سجدے لٹانے والا قلم' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام عرض کرتا ہے لیکن تمام تمنائیں اور آرزوئیں سیل اشک میں بہہ گئیں ممکن ہے عالم بے خودی میں زبان حال سے یہ سب گزارشات حضور ﷺ کے گوش گزار بھی کر دی ہوں لیکن محسوس یہی ہو رہا تھا جیسے زبان پر تالے پڑ گئے ہیں' لفظ لرکھڑا رہے ہیں' جذبات کی بیساکھیاں ٹوٹ رہی ہیں' جملے آنسوؤں میں تحلیل ہو رہے ہیں۔ آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی اور روتے روتے ہچکی بند گئی' دریدہ نگاہوں سے دیکھا غلامان رسول ہاشمی کے جذبوں کا ایک سمندر چاروں طرف موجزن تھا' ہر کوئی اپنے دکھ سمیٹے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گزارشات پیش کر رہا تھا۔ میرے آگے پیچھے دائیں بائیں عشاق مصطفیٰ دنیا و مافیہا سے بے نیاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہر بار میں درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کر رہے تھے۔ ایک عالم کیف میں ڈوبا ہوا تھا۔ دل نے سرزنش کی کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام پیش کئے بغیر آگے بڑھ آئے ہو۔ چلو اور جاں نثاران مصطفیٰ سے اپنی کوتاہی کی معافی مانگو۔ میں شرمندگی کی چادر میں منہ چھپائے بارگاہ صدیقیت اور بارگاہ فاروقیت میں حاضر ہوا عرض کی میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم ساتھیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ سا شاعر سلام کے لئے حاضر ہوا ہے اور بصد ادب التماس گزار ہے کہ اس مجرم کی انگلی پکڑ کر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے چلیں! میں ایک مجرم کی طرح ستونوں کی پیچھے چھپ رہا تھا' میری ردیابیاں میری آنکھوں میں سمٹ آئی تھیں۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ سچ مچ مواجہ شریف میں کھڑا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے ہیں' کہیں اندر سے آواز آئی اے دیدۂ شوق میں سلگنے والے آنسوؤ! اے مصحف شعور پر تحریر ہوتی سسکیو! اور اے لوح عقیدت پر رقم ہوتی ہوئی ہچکیو! احتراماً جھک جاؤ اور خاک انور کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالو' زائرین کے قدموں کی دھول اپنے چہرے پر مل لو آواز آئی' ریاض! اپنی اوقات جانتے ہو' یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے کہ تجھ جیسے کمینے کو بھی حاضری کا پروانہ جاری ہو گیا ہے' معلوم ہے کس کے دربار اقدس میں کھڑے ہو' ارے نادان! یہ تیرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ سامنے روضہ اطہر کی سنہری جالیاں ہیں' یہ وہی سنہری جالیاں ہیں جنہیں تم ہر شب چشم تصور میں بوسہ دیا کرتے تھے' نظریں اٹھا اور اپنی سلگتی ہوئی آنکھوں سے ان معطر جالیوں کو چوم لے' یہ بارگاہ والی کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم ہے' یہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ہے' یہ دربار شہنشاہ انس و جاں ﷺ ہے یہ در یتیم آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لال ﷺ کی آرام گاہ ہے' یہاں ذرا سا بھی اضطراب سوء ادب میں شمار ہوگا۔ چند لمحوں کے لئے میں بھول چکا تھا کہ میں کون ہوں' کہاں سے آیا ہوں' اور کس عظیم پیغمبر کی بارگاہ میں کھڑا ہوں۔ وہ اضطراب اور بیقراری جسے ہجر کی ساعتوں میں حرز جاں بنایا کرتے تھا' وہ تڑپ جس میں مچل مچل کر دوری میں بھی حضور کی لذت سے ہمکنار ہوا کرتا تھا' ختم ہو چکی تھی ایک عجیب سا سکون روح پر محیط تھا۔ جیسے بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال بچہ روتے روتے ماں کی آغوش میں میٹھی نیند سو جاتا ہے۔ کچھ اس قسم کی کیفیت سے روح اور بدن سرشار تھے' اندر سے وہی آواز دوبارہ ابھری' ریاض خوش نوا! اپنے بخت رسا پر ناز کر' یہ وہی مواجہ شریف ہے جو تیری سوچوں کا مرکز و محور رہا ہے' یہ اسی سالار نسل آدم ﷺ کا دربار ہے ہم نسل در نسل جس کی شفقتوں کے مقروض چلے آ رہے ہیں' جس کی ثنا ازل سے تیرے مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔ یہ اسی نبی محتشم ﷺ کا آستانہ ہے جس کی یاد شب کے پچھلے پہر تیری خلوتوں میں میلہ سا لگایا کرتی تھی' یہ اس نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز ہے جس پر سجدہ ریز ہونے کے لئے تیرا قلم مچلتا رہتا تھا۔ تیری سانسیں مضطرب رہتی تھیں' اے میرے مقدر وجد میں آ' اے میری روح ذرا جھوم جا' مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر رحمت نے مجھے اپنے دامن کی خنک چھاؤں میں سمیٹ لیا ہو' قلب و نظر میں اٹھنے والا طوفان تھم چکا تھا۔ جھیل کی مضطرب موجیں سکون آشنا ہو چکی تھیں۔ میں نے اپنی بیاض نعت کو الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ ''حضور حاضر ہے ایک مجرم'' یہ نعتیہ نظم لبوں پر مچل اٹھی' ایک ایک مصرع میں دل کی ہزار ہزار دھڑکنیں سمٹی جا رہی تھیں۔ الفاظ کانپ رہے تھے' ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ ہاتھوں پر رعشہ طاری تھا۔ اور میرا سارا وجود احساس ممنونیت کی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ یوں لگا جیسے صدیاں بیت گئی ہوں' اللہ اکبر اللہ اکبر موذن کی آواز گونجی' میں چونک پڑا' جیسے کوئی برسوں کی نیند کے بعد بیدار ہوتا ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ' چشم پرنم نے جھک کر حروف سپاس کو بوسہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی کوتاہیوں سے درگزر فرمایئے۔ روح اور جسم دونوں آنسوؤں سے وضو کر کے نماز عشق ادا کر رہے تھے' موذن کی آواز گونج رہی تھی۔

اشھد ان محمد رسول اللہ

اشھد ان محمد رسول اللہ

بر موضوع: رد قادیانیت

تحریر: حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری

مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ

قادیانیت کی ابتداء:

مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی (بانی قادیانیت) نے ۱۸۸۰ء میں اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جس کے دوران اس نے اپنے بارے میں مامور اور ملہم من اللہ اور مجدد ہونے کے دعوے کئے اور اپنے کو ہمدرد و خادم اسلام کی حیثیت سے پیش کیا تو اچھی خاصی شہرت اس کو حاصل ہوگئی حتی کہ کچھ لوگ اس سے بیعت لینے کو کہنے لگے (حالانکہ مرزا نہ کسی شیخ طریقت کا مرید تھا اور نہ کسی شیخ سے اس کو اجازت بیعت ملی تھی)۔

بیعت لینے سے انکار

جب بھی اس کے سامنے بیعت کا تذکرہ آتا تو وہ انکار کردیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ:

"انسان کو خود سعی و محنت کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص۲۰)

ترجمہ: "اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔"

بیعت لینے کا اعلان

لیکن پھر یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو اس نے اعلان کردیا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔"

بیعت لینے کا آغاز لدھیانہ میں:

اس اعلان کے بعد ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء مطابق ۲۰/ رجب ۱۳۰۶ھ کو مرزا قادیانی نے لدھیانہ میں عام بیعت کا سلسلہ شروع کردیا۔

تاخیر کی وجہ:

اس اعلان کے فوراً بعد بیعت لینے کا سلسلہ اس لئے شروع نہیں کیا کہ مولوی نورالدین نے مرزا قادیانی سے وعدہ کر رکھا تھا کہ سب سے پہلے اس سے بیعت لے گا اور وہ اس وقت بحیثیت سرکاری طبیب کشمیر میں مقیم تھا۔ (مجدد اعظم جلد اول ص ۲۱۷)

بہر حال ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء کو کل چالیس اشخاص نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور بقول مرزائیوں کے "سلسلہ عالیہ احمدیہ" کی بنیاد پڑی، جس کے ذریعہ مرزا کے مریدوں کی ایک جماعت بنتی چلی گئی۔ لہٰذا اسی تاریخ کو قادیانیت کا باقاعدہ نقطہ آغاز سمجھا جانا چاہئے۔

قادیان میں سالانہ جلسہ کا آغاز:

پھر ۱۸۹۰ء میں جب مرزا قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اہل حق نے اس کے زیغ و ضلال کی قلعی کھول دی اور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے حلقوں سے اس پر کفر و ارتداد کے فتوے لگائے گئے۔ مگر مرزا قادیانی اپنی روش سے باز نہیں آیا کیونکہ وہ تو ایک خفیہ مرتب اسکیم کے تحت مذہبیات کے لبادہ میں اپنے پروگرام پر عمل کر رہا تھا (جس کی قدرے تفصیل آرہی ہے) اس لئے بجائے اس کے کہ وہ علماء حقانی کی نصیحتوں پر کان دھرتا، پوری ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے باطل خیالات کو اپنے پیروکاروں کے دل و دماغ میں مضبوطی سے پیوست کرنے اور دوسرے ناواقف مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے کے لئے ۱۸۹۱ء میں اس نے سالانہ جلسہ کی بنیاد ڈال دی۔

قادیان کے جلسہ کی غیر معمولی اہمیت:

اور اس کی اہمیت یوں سمجھائی کہ:

"اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امیر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات مرزا ص ۳۴۱ حصہ اول)

مرزا قادیانی کے جانشینوں (آج کل اس کا پوتا مرزا طاہر احمد اس کا جانشین ہے اور لندن میں مقیم ہے) کے ذریعہ بیعت کا یہ سلسلہ (دام تزویر) قائم ہے اور سالانہ جلسے بھی ہندوستانی مرکز قادیان اور پاکستانی مرکز چناب نگر (ربوہ) میں اہتمام سے منعقد کئے جاتے

ہیں۔

ہر پہلو سے قادیانیت کو بے نقاب کیا جانا ضروری ہے:

اس سلسلہ بیعت اور جلسہ ہائے سالانہ و دیگر ذرائع سے جو مخالف اسلام نظریات پھیلائے جاتے رہے ہیں اور اسلام و مسلم دشمن اقدامات کئے جاتے رہے ہیں ان کا جائزہ لینے کے لئے قادیانیت کے مذہبی اور سیاسی چہروں کو الگ الگ بے نقاب کرنا ضروری ہے تاکہ قادیانیت کی سنگینیت کا اندازہ ہوسکے، اور سادہ لوح مسلمان قادیانیوں کے پرفریب دعوؤں اور پروگراموں سے اپنے کو دور رکھ سکیں۔

تحریک قادیانیت کا مذہبی چہرہ:

قادیانیت کیا ہے؟ اس کا اجمالی جواب تو یہ دیا جاسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو باطل دعوے اپنے بارے میں کئے اور بطور زندقہ کے جو مخصوص کفریہ عقائد و نظریات بزعم خود صحیح اسلامی عقائد کے نام سے پھیلائے ہیں انہی کا نام قادیانیت ہے۔

ان میں بھی مرزا قادیانی کے دعاوی باطلہ کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ چنانچہ مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی لکھتا ہے:

"احمدیت کے مخصوص عقائد کے بیان میں سب سے مقدم جگہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو حاصل ہے، کیونکہ احمدیت کی عمارت کی بنیاد انہی دعاوی پر قائم ہے۔

(حقیقی اسلام ص۲۵ مصنفہ مرزا بشیر احمد ایم اے)

مجمل فہرست عقائد مرزا قادیانی:

یوں تو یہ دعاوی باطلہ و عقائد کفریہ مرزا قادیانی کی تصانیف میں طول طویل مباحث کے ذیل میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن ایک مرتبہ گورداسپور (پنجاب) کی عدالت میں خود مرزا قادیانی نے نومبر ۱۹۰۳ء میں اپنے دستخط کے ساتھ اپنے عقائد پر مشتمل ایک تحریر پیش کی تھی جو مندرجہ ذیل ہے:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتار لئے گئے۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں اتریں گے اور نہ وہ کسی قوم سے لڑائی کریں گے۔

(۵) ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دنیا میں آکر عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے جنگ کرے گا اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کرکے اسلام کو غلبہ دے گا۔

(۶) اس زمانہ میں جہاد کرنا، یعنی اسلام پھیلانے کے لئے لڑائی کرنا بالکل حرام ہے۔

(۷) یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آکر صلیبوں کو توڑتا اور سوٴروں کو مارتا پھرے گا۔

(۸) میں مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی موعود اور امام زماں اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول و نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدائی وحی نازل ہوتی ہے۔

(۹) مسیح موعود اس امت کے تمام گزشتہ اولیاء سے افضل ہے۔

(۱۰) مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کی صفات اور فضائل جمع کردیئے ہیں۔

(۱۱) کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

(۱۲) مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہئے۔

(۱۳) امت محمدیہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ الگ شخص ہیں۔

(۱۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا۔

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا۔

(۱۶) خدا کی وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی۔

(دستخط مرزا غلام احمد)

(مشمولہ مسل فوجداری بعدالت رائے چندولال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور ص۵۰۰،۵۰۱ تعزیرات ہند، بحوالہ تازیانہ عبرت ص۱۱۵،۱۱۶ از رئیس المناظرین مولانا ابوالفضل کرم الدین صاحب دبیر)

(۱)...... مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

"ہلاک ہوگئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا، مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں، بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح خزائن ص۶۱ ج۱۹)

"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴ از مرزا محمود قادیانی)

باقی آئندہ

آخری قسط

تعارف قرآن بزبان قرآن

بصائر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بصائر کہا ہے۔

بصائر جمع ہے' اور کتاب کو بصائر کہنا بلاغت کی اعلیٰ ترین مثال بھی ہے' اور اس کتاب کے مقام اور اس کے ایک پہلو کا نہایت ہی جامع احاطہ بھی' وہ یوں کہ قرآن واضح دلیلوں اور روشن حقیقتوں کا مجموعہ ہے' ایسی حقیقتیں جن میں چمک اور روشنی ہو' یہی وضاحت اور روشنی بصیرت کو دیکھنے سے اور بصر کو نظر سے ممتاز اور علیحدہ کر دیتی ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں' حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔'' (سورۃ اعراف: ۱۹۸)

حکمت:

''یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں۔'' (سورۃ یونس: ۱)

ترجمہ: ''قسم قرآن باحکمت کی۔'' (یٰسین: ۲)

ترجمہ: ''یہ کتاب حکمت بالغہ سے عبارت ہے۔'' (القمر: ۵)

حکمت کا ترجمہ عام طور پر دانائی کیا گیا ہے' لیکن دانائی اتنا چھوٹا لباس ہے جو اس عظیم اصطلاح کے جسم پر راست نہیں آ سکتا۔ حکمت میں قوت فیصلہ' انصاف' حسن اور تناسب کے سب مفہوم ہیں۔ قرآن کو حکمت بالغہ کہا گیا ہے' کیونکہ یہ انسان کو ان فیصلوں اس [illegible]

[illegible] اس کی منزل ہے۔ حکومت میں قوت کا عنصر بھی شامل ہے' اور یہی عنصر اسلامی نظام مملکت کو ایک نظام حکومت بنا دیتا ہے۔

شفاء:

شفا صحت اور بیماری کی بعد حصول صحت کو کہتے ہیں' انہیں بنیادی معنوں کی وجہ سے اس میں استعارہ کا پہلو پیدا ہو گیا اور علاج اور دوا کو بھی شفاء کہا جانے لگا۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے شفاء کہا ہے کیونکہ یہ انسان کی روحانی' ذہنی' سماجی اور عمرانی بیماریوں کا علاج ہے۔

ترجمہ: ''لوگو! تمہارے رب کی طرف سے موعظت اور دلوں کی بیماریوں کی شفاء اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آ گئی۔'' (یونس: ۵۷)

مافی الصدور کا اشارہ قلب کی طرف ہے' قلب جس کی صحت سارے جسم بلکہ انسانی معاشرے کی صحت ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیمار ہو تو سارا جسم (اور روح) بیمار ہوتا ہے یعنی پوری زندگی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

عبرت:

سورۂ یوسف میں قرآن اور اس کے قصص کے بارے میں ارشاد ہوا ہے

''عبرۃ لاولی الالباب'' (یوسف: ۱۱۱)

ترجمہ: ''ان میں سوچنے سمجھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔''

یعنی یہ واقعات ایسے ہیں جن کی مدد سے انسان ان جیسے دوسرے واقعات و اعمال کے نتائج تک پہنچ جائے' ایک منزل سے دوسری منزل کو عبور کرنا' عبور کا لفظ اردو میں ان معنوں میں مستعمل ہے۔ تاریخ عبرت کا سامان اسی لئے ہے کہ اس سے ہم مختلف طریقہ ہائے حیات اور اسالیب زیست کے نتائج کو سمجھ لیتے ہیں اور اس تفہیم کے لئے ان نتائج کو آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہیں۔

قرآن نے اسی عبرت کی خاطر تاریخ کو بڑی اہمیت دی ہے اور اسے وقائع نگاری کی سطح سے بلند کر کے فلسفہ کی اس سطح تک پہنچا دیا جس نے عہد حاضر کو تاریخ کے مفہوم حقیقی سے آشنا کرایا۔

عظیم:

سورۃ الحجر میں آیت ۸۷ قرآن کو ''قرآن العظیم'' کہا گیا ہے۔ عظیم بنیادی اہمیت کی حامل چیزوں کو کہتے ہیں' مثلاً انسانی جسم میں ہڈی کو' کسان کے ہل میں لکڑی کو وغیرہ وغیرہ عظمت میں اہمیت' بڑائی اور پاکیزگی کے مفاہیم موجود ہیں۔ قرآن عظیم اس لئے ہے کہ اس کی بنیادی تعلیمات اہم ہیں اور انسان کو بڑائی اور پاکیزگی عطا کرتی ہیں۔ اللہ نے اپنے آپ کو بھی انہی معانی کے پیش نظر عظیم کہا ہے۔

خیر:

سورۃ النحل میں ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ: ''اور جب متقیوں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں خیر'' (النحل: ۳۰)

عربی کی طرح اردو میں بھی خیر کا لفظ ''شر'' کے مقابل میں استعمال ہوتا ہے' ہر چیز جو عزیز ہو' منفعت بخش ہو' اچھی ہو' خوبی رکھتی ہو اور بلند مرتبہ ہو' وہ خیر ہے۔ قرآن میں یہ لفظ کئی معنوں میں آیا ہے مثلاً (۱) شر' تنگی اور ادنیٰ کے مقابلہ میں' (۲) مال و دولت کے لئے' (۳) منتخب اور برگزیدہ افراد کے لئے' (۴) عمدہ اشیاء کے لئے' (۵) حسین اور

صاحب کردار خواتین کے لئے (خیرات)۔

قرآن نے وحی الٰہی کو بھی اسی لئے خیر کہا ہے کہ اس لفظ کی ان وسعتوں کے پیش نظر اس کا مروجہ اردو ترجمہ ''بہترین'' یا بہترین کلام بہت تنگ معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ ''خیر'' کا لفظ جب ہماری زبان نے قبول کرلیا ہے تو اس کے ترجمہ کی کوئی ضرورت ہے؟ قرآن خیر ہے کیونکہ اس میں عزت' نفع بخشی' خوبیاں' مرتبہ بلند' تناسب' حسن' یہ سب چیزیں ہیں اور اس کی پیروی سے یہی چیزیں مومنوں کو انفرادی طور پر اور پھر اجتماعی طور پر نصیب ہوتی ہیں۔ اپنی اجتماعی زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کا مطالبہ اس لئے کیا جارہا ہے کہ یہ برکتیں ہمارے معاشرے کی بنیادیں بن سکیں۔

احسن:

خیر کے معنوں کا ایک نہایت اہم پہلو حسن ہے۔ قرآن صرف حسین نہیں بلکہ احسن ہے۔

ترجمہ: ''تم کو چاہئے کہ اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو۔'' (الزمر:۵۵)

یعنی خدا نے جو کچھ نازل کیا ہے اس میں حد درجہ تناسب وتوازن ہے۔ ایسا تناسب جو انسانی زندگی اور ذہن کی کمیوں کو پورا کردیتا ہے۔ جہاں حسن ہوگا وہاں سیئات اور گناہوں کی گنجائش نہ ہوگی۔

عزیز:

ترجمہ: ''وہ ایک کتاب عزیز (عالی مرتبت کتاب) ہے۔'' (حم السجدہ:۴۱)

اگلی ہی آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ترجمہ: ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے کیونکہ یہ حکیم وحمید (اللہ) کی نازل کردہ ہے۔'' (حم السجدہ:۴۲)

عزیز صاحب قوت' صاحب' غالب اور محافظ و رفیع کو کہتے ہیں۔ یہ صفت قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لئے بار بار آتی ہے کیونکہ اس کے پیغام پر عمل کرکے مسلمان قوت وغلبہ حاصل کرسکتا ہے اور ایسی بلندی پر پہنچ سکتا ہے کہ ستارے اس کی گرد راہ ہوں تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمانوں نے کتاب اللہ کو مضبوط رسی کی طرح ہاتھ میں پکڑا تو دنیا کی ہر طاقت اور سارے معبودان باطل اس کے سامنے جھک گئے۔ آج ہم عملی ونظری طور پر اس کتاب عزیز سے اتنے دور ہیں کہ اس میں ایسے انداز حیات کا سراغ تلاش کرتے ہیں جو ہمیں ترک جہان کی لذت عطا کرسکے۔

اسی قرآن میں ہے اب ترک جہان کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر

میزان:

''خیر'' اور ''احسن'' میں توازن اور تناسب پر گفتگو ہوچکی ہے۔ یہی احساس عدل وتناسب ہمیں ''میزان'' کے لفظ میں بھی ملتا ہے۔ عدل ان ابدی اور بنیادی اقدار میں سے ہے جو قرآن نے حیات انسانی کو عطا کی ہیں۔ عدل کے لئے پیمانہ کی ضرورت ہے۔ میزان بھی پیمانہ ہے۔ وضع المیزان یعنی اللہ نے تمام اشیاء کو ایک عدل ''توازن'' اور تناسب رکھ دیا ہے۔

قرآن کو اس لئے اللہ نے میزان کہا ہے کہ اس سے ہم اشیاء اور بالخصوص انسانی زندگی کے توازن واعتدال کو ناپ سکتے ہیں:

ترجمہ: ''اللہ ہی ہے جس نے اس کتاب (قرآن) کو انصاف اور حق کے ساتھ نازل فرمایا۔'' (الشوریٰ:۱۸)

امام:

قرآن کو اللہ تعالیٰ نے امام بھی کہا ہے۔

ترجمہ: ''قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب لوگوں کیلئے امام اور رحمت بھی ہے۔'' (الاحقاف:۱۲)

یعنی قرآن بھی امام ہے۔ امام کا لفظ حد کی کے تصور کو اور آگے لے جاتا ہے۔ امام آگے آگے رہنے یا چلنے والے کو کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں قرآنی تعلیمات کو امام بنا کر زندگی کا راستہ طے کرنا چاہئے۔

عربی:

قرآن نے اپنے آپ کو قرانا عربیا کئی جگہ کہا ہے۔ عام تصور یہ ہے کہ چونکہ یہ کتاب عربی میں نازل ہوئی ہے اس لئے اسے یہ نام دیا گیا ہے یہ صحیح ہے کہ قرآن عربی میں نازل ہوا لیکن اگر غور کیا جائے تو خود قرآن میں ایک اور پہلو سے اس کی یہ وضاحت بھی ملتی ہے

و کذالک انزلنہ حکما عربیا

ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں۔'' (الرعد:۳۷)

یہاں ''حکم عربی'' سے مراد واضح حکم کے ہیں۔ ایسا حکم جو فصیح زبان میں ہو عربی کے معنی صرف جغرافیائی حد تک محدود نہیں' بلکہ فصیح اور واضح کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ: ''قرانا عربیا غیر ذی عوج'' کی تشریح ہے یعنی قرآن جو بہت واضح اور سیدھا ہے اور جس میں کوئی کجی نہیں۔ یعنی یہ کتاب عربی زبان میں نازل ہوئی اور اس کی تعلیمات بہت واضح اور سیدھی ہیں۔ ہر کجی سے پاک' ہر دور کے لئے رہنما اور روشن۔

☆☆......☆☆

قسط نمبر ۲

تحریر: حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری

عقیدۂ ختم نبوت کی تشریح

بجائے خاتم کے خاتم النبیین فرمانے کا نکتہ:

اس عموم کو سمجھانے کے لئے خاتم کے بجائے خاتم النبیین ارشاد فرمایا گیا ہے، حالانکہ ولکن رسول اللہ کے بعد وخاتم (الرسل) مناسب تھا لیکن اس طرح فرمانے کی صورت میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ انبیاً نہیں آئیں گے جو شریعت جدیدہ رکھتے ہوں، ان انبیاً علیہم السلام کی آمد کے بند ہونے کا مفہوم نہ نکلتا جو شریعت یا کتاب جدید نہ رکھتے ہوں، بلکہ پچھلے نبی کی شریعت کے متبع ہوں کیونکہ رسول بمقابلہ نبی کے خاص ہے اور خاص کے انتفاء سے عام کا انتفاء لازم نہیں آتا لیکن جب خاتم النبیین فرمادیا گیا تو اس کا منطوق یہی ہے کہ ہر قسم کے انبیاً علیہم السلام کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، خواہ وہ شریعت و کتاب جدید رکھتے ہوں، خواہ شریعت سابقہ پر عمل پیرا ہوں، کیونکہ النبیین پر لام استغراق حقیقی کا ہے اور عام کے انتفاء سے خاص کا انتفاء لازم ہے۔

القرآن یفسر بعضہ بعضاً:

اس آیت کریمہ کی ایک قرأت اور ہے جو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کہلاتی ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی آیت کی دو قرأتیں دو آیتوں کے درجہ میں ہوتی ہیں وہ قرأت ولکن ختم النبیین ہے یعنی آپ ایسے نبی ہیں جنہوں نے تمام نبیوں کو ختم کردیا، اس دوسری قرأت سے پہلے قرأت کے اندر آئے ہوئے لفظ خاتم کے معنی کی تفسیر ہوگئی اور اس کے ایک ہی معنی متعین ہوگئے کہ آپ ہر قسم کے تمام نبیوں کے آخر میں اور ان کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔

آیت خاتم النبیین کے علاوہ دیگر آیات سے ختم نبوت کے اثبات کے طریقوں پر اجمالی نظر:

ختم نبوت کا مسئلہ آیت خاتم النبیین میں تو بطور عبارۃ النص مذکور ہے، لیکن دوسری آیات کریمہ سے بھی بطور اقتضاء النص، اشارۃ النص، دلالت النص یہ مسئلہ ثابت ہے استدلال کے یہ تینوں طریقے بھی قطعی ویقینی ہوتے ہیں، بہر حال علمأ امت نے ان کو بھی ختم نبوت کے دلائل میں شمار فرمایا ہے، یوں تو ایسی آیات ایک سو کے قریب ہیں، لیکن ان آیات میں سے ختم نبوت کے اثبات کے لئے جو تقریریں کی جاتی ہیں، ان کے اعتبار سے ان آیات کو پندرہ بیس عنوانات کے تحت لایا جاسکتا ہے۔
اور ان عنوانات کے تحت آنے والی بعض آیات بطور نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں، اس کے بعد بعض آیات کے مطالب کی تقریر مختصراً کی جائے گی، جس سے یہ معلوم ہوگا کہ متعلقہ آیت سے ختم نبوت کا ثبوت کس طرح ہوتا ہے:

(۱) اکمال دین کا اعلان:

ترجمہ: ''آج میں پورا کرچکا تمہارے لئے دین تمہارا، اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔''

(سورۂ مائدہ ۳، ترجمہ شیخ الہند)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامہ کا اعلان:

ترجمہ: ''تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمان اور زمین میں۔''

(سورۂ اعراف، ترجمہ شیخ الہند)

(۳) جملہ انبیاً علیہم السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا عہد لیا جانا:

ترجمہ: ''اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔'' (سورۂ آل عمران ۸۱، ترجمہ شیخ الہند)

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالم کے لئے رحمت ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مدار نجات قرار دیا جانا:

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین'' (الانبیاء ۱۰۷)

ترجمہ: ''اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر جہان کے لوگوں پر۔''

(ترجمہ شیخ الہند)

(۵) سبیل المومنین (صراط مستقیم) کے اتباع کی تاکید

ترجمہ: ''اور جو کوئی خلاف کرے

رسول کے ساتھ بعد اس کے کہ ظاہر ہوئی اس کے لئے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہو، اور ہم داخل کریں گے اس کو دوزخ میں اور برا ٹھکانہ ہے (دوزخ)۔''

(سورۂ نساء:۱۱۵)

(۶) امت محمدیہ کو آخرین کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

(۷) انقطاع وحی کا اعلان جو انقطاع نبوت کو مستلزم ہے:

ترجمہ: ''اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جاویں گی۔''

(سورۂ مائدہ:۱۰۱ ترجمہ: شیخ الہند)

(۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا یہ مقصد قرار دیا جاتا کہ باری تعالیٰ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کردے گا:

ترجمہ: ''اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر۔''

(سورۂ توبہ:۳۳ ترجمہ: شیخ الہند)

(۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے صرف اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا جاتا:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔''

(سورۂ نساء:۵۹ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۰) صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو، اطاعت خداوندی قرار دیا جاتا:

ترجمہ: ''جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر نگہبان۔''

(سورۂ نساء:۸۰ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۱) صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر درجات جنت وغیرہ کا وعدہ فرمایا جاتا:

ترجمہ: ''اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی، صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔'' (سورۂ نساء:۶۹ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین کی جانب وحی نبوت کئے جانے کا تذکرہ فرمانا اور جگہ جگہ من قبل اور من قبلک فرمانا نہ کہ من بعدک:

ترجمہ: ''اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف اور تجھ سے پہلوں کی طرف اللہ زبردست حکمتوں والا ہے۔''

(سورۂ شوریٰ:۳ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ قرب قیامت کی اطلاع دیا جاتا:

ترجمہ: ''پاس آ گئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔'' (سورۂ قمر:۱ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۴) وارثین قرآن کریم کی تین جماعتیں بتائی گئیں، جن میں نبی کا کہیں ذکر نہیں بلکہ نفی ہے:

ترجمہ: ''پھر ہم نے وارث کئے کتاب کے وہ لوگ جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے، پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی ان میں ہے بیچ کی چال پر اور کوئی ان میں آگے بڑھ گیا ہے لے کر خوبیاں اللہ کے حکم سے یہی ہے بڑی بزرگی۔'' (سورۂ فاطر:۳۲ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۵) مسلمان مردہ قبر میں نبی کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بتائے گا:

ترجمہ: ''مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔''

(سورۂ ابراہیم:۲۷ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۶) امت محمدیہ کو تمام امم سابقہ کا خلیفہ قرار دیا جاتا:

ترجمہ: ''اور البتہ ہم ہلاک کر چکے ہیں جماعتوں کو تم سے پہلے جب ظالم ہو گئے، حالانکہ لائے تھے ان کے پاس رسول ان کے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گناہگاروں کو پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں ان کے بعد تا کہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔'' (سورۂ یونس:۱۳،۱۴ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۷) حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے اپنی اولاد میں صرف ایک رسول مبعوث کئے جانے کی دعا فرمائی:

ترجمہ: ''اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول ان ہی میں کا۔''

(سورۂ بقرہ:۱۲۹ ترجمہ: شیخ الہند)

(۱۸) نبی آخر الزماں کی ان نشانیوں کو علمائے بنی اسرائیل جانتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منطبق تھیں:

ترجمہ: ''کیا ان کے واسطے نشانی نہیں یہ بات کہ اس کی خبر رکھتے ہیں پڑھے لوگ بنی اسرائیل کے۔''

(سورۂ شعراء:۱۹۷ ترجمہ: شیخ الہند)

بچوں کا صفحہ

قرآن کریم کی تلاوت کے اثرات

عطاء اللہ تبسم

قرآن کریم ایک مقدس اور مقبول کتاب ہے۔ جسے روئے زمین پر دن رات کروڑوں مسلمان پڑھتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ کتاب پہاڑوں پر اتاری جاتی تو پہاڑ بھی پانی کی مانند پگھل کر بہ جاتے چنانچہ اس مقدس کتاب کے اثرات آپ کو مندرجہ ذیل واقعات سے معلوم ہو جائیں گے۔

اصحمہ نجاشی ابھی عیسائی تھا کہ سیدنا جعفر طیارؓ نے اسے سورہ مریم سنائی۔ اصحمہ اس وقت تخت پر بیٹھا لیکن وہ بے اختیار رونے لگا اور آنسو بہا بہا کر اپنے لئے گلزار جنت کی آبیاری کرنے لگا۔

حضرت عمر فاروقؓ اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ مسجد کو آ رہے تھے کہ راستہ میں آتے آتے بیمار ہو گئے۔ یہاں تک کہ راہ ہی میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور پھر گھر پہنچائے گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا آیت عذاب سن کر حالت اتنی متغیر ہو گئی۔

لبید عامری وہ زبردست شاعر تھا جس کے اشعار کی نسبت یہ ضرب المثل جاری و ساری تھی۔ ان شعروں کو اپنی گردنوں پر لکھ لو خواہ تمہیں خنجروں کی نوک سے لکھنا پڑے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ ایک بار ملنے کو آئے تو خلیفہ نے مہمان کی دلجوئی کے طور پر فرمایا۔ کچھ اپنے اشعار سناؤ۔ انہوں نے کہا۔ امیر المومنین! جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن عطا کیا ہے تب سے مجھے اشعار میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے خوش ہو کر ان کے وظیفہ میں پانچ سو روپیہ سالانہ اضافہ کر دیا۔

ابو طلحہ انصاریؓ نے قرآن مجید کی جب یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے۔ ''نیکی کا اصل درجہ نہیں مل سکتا جب تک کہ اللہ کی راہ وہ شے صرف نہ کرو جو تمہیں بہت پیاری ہے۔'' ان کے پاس ایک باغ تھا جس کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار تھی اسی وقت بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ باغ اللہ کی راہ پیش کرتا ہوں۔

ولید بن مغیرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آیتیں پڑھیں جن کو سنتے ہی اس نے گردن جھکائی اور شرمندہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس گیا اور اپنی قوم سے جا کر بولا۔ ''میں شعر گوئی سے خوب واقف ہوں۔ میں نے ایسا کلام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں کبھی نہیں سنا وہ ہرگز شعر نہیں۔

جبیر بن مطعمؓ صحابی فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بدر کے دن قریش کے قیدی رہا کرانے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ مغرب کی نماز پڑھاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے۔ ''اے نبی! بے شک تمہارے رب کا عذاب آنے والا ہے۔ پھر کوئی اس عذاب کو دفع نہیں کر سکے گا۔ جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ اس آیت کو سن کر میرا کلیجہ پھٹنے لگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلتے ہیں لیکن اپنی بہن کی زبانی قرآن پاک کی چند آیتیں سن کر موم ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں چلو مجھے اس کی خدمت میں لے چلو جس نے تمہیں یہ سبق پڑھایا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے بجائے غلامی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

بڑے بڑے بادشاہ محمود صلاح الدین یوسف اور عبدالرحمٰن الداخل اور منصور عباسی جیسے باجبروت تاجوروں کو ان کی خشمگین حالت یا انتقامی صورت سے اگر کوئی چیز روکنے والی ہوتی تھی تو قرآن کی ایک آیت جسے اہل دربار میں کوئی ایک شخص کسی گوشہ سے پڑھ دیتا تھا اور بادشاہ کی حالت یہ ہو جاتی تھی۔ گویا آگ کی چنگاری پر منوں پانی آ پڑا۔ یہی وہ واقعات ہیں جو قرآن کے اثرات کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہی وہ واقعات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب مجید کی عظمت اور فرقان حمید کی عزت دلوں پر کتنی فرمانروا رہی۔

پیارے بچو! تم بھی دلوں میں قرآن کریم پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا کرو۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں پر ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے نجات دارین حاصل ہوتی ہے جو بچے قرآن کریم پڑھ چکے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ ہر روز صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کریں اور تلاوت کا کبھی ناغہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قرآن کریم پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

REGD. NO. SS-160

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموس رسالت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف:

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی جماعت ہے۔ ☆ یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔

☆ تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ☆ اندرون و بیرون ملک ۵۰ دفاتر و مراکز ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔

☆ لاکھوں روپے کا لٹریچر اردو، عربی، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی اور ماہنامہ "لولاک" ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔

☆ چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالی شان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دارالمبلغین قائم ہے۔ جہاں علماء کو رد قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دارالتصنیف بھی مصروف عمل ہیں۔ ☆ ملک بھر میں اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بیسیوں مقدمات قائم ہیں۔ جن کی پیروی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہی ہے۔

☆ ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین، تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔

☆ اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ☆ افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے راہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

یہ سب: اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں: مخیر دوستوں اور دردمندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں ☆ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے شرعی طریقہ سے مصرف میں لایا جاسکے۔

(نوٹ) مجلس کے مقامی دفاتر میں رقوم جمع کرا کر مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔

کراچی کے احباب میٹرو پولیٹن بینک پرانی نمائش برانچ اکاؤنٹ :487-9 میں براہ راست رقم جمع کر کے دفتر کو اطلاع دیں۔

(حضرت مولانا) خواجہ خان محمد	(حضرت مولانا) سید نفیس شاہ الحسینی	(مولانا) عزیز الرحمن جالندھری
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ترسیل زر کا پتہ: دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون: 7780337